37

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

16 تا 22 ربیع الثانی 1448ھ / 29 ستمبر تا 5 اکتوبر 2026ء

فردِ جرم سے بچیے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر)

''اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے بہت آسان کر دیا ہے۔ اب ہے کوئی نصیحت لینے والا۔''

مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو ذکر و تذکر کے لیے، نصیحت حاصل کرنے کے لیے اور اسے عملی زندگی میں اپنانے کے لیے آسان بنایا ہے۔ اب تم میں سے ہے کوئی جو اس نصیحت پر عمل کرے؟ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید سارے کا سارا اس نقطۂ نظر سے پڑھنا کہ اس کو پڑھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، یہ سب پر فرض ہے۔ البتہ قرآن مجید سے فقہی مسائل کا استنباط اور اس کی تفسیر کے علوم کا حاصل کرنا سب مسلمانوں پر فرض نہیں ہے۔ ہر مسلمان کو یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام کیا پیغام بھیجا ہے؟ یہ ایک حق خط آیا ہے۔ اور یہ کسی عام آدمی کے ہاتھوں نہیں بلکہ سید الاولین والآخرینﷺ کے ہاتھوں ہم تک پہنچا ہے۔ پیغام بھیجنے والے نے تاکید کے ساتھ متنبہ کیا ہے کہ وہ تم سب سے اس خط کا جواب بھی لے کر رہے گا۔ اس نے بار بار تاکید کر دی ہے کہ اگر تم نے اس خط کو اچھی طرح سے پڑھ کر پورے خلوص کے ساتھ نہ سمجھا اور اس پر عمل نہ کیا تو یہی نبیﷺ جو خط لے کر تمہارے پاس آئے ہیں، یوم حساب کو تمہارے خلاف دعویٰ دائر کریں گے۔ .... وہ کتنے پڑھے لکھے جاہل جنہوں نے ایم اے اور پی ایچ ڈی تو کر لیا لیکن قرآن و حدیث سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی تو ان حضرات کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا معاملہ انتہائی خطرناک ہے۔ ان پر یہ فردِ جرم عائد ہوگی کہ یہ دنیا جہان کے الاپ شناپ کو تیار تھے اور ایرے غیرے کے پیغام کو سینے سے لگاتے رہے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سنت سے منہ موڑے رکھا۔ کتاب و سنت کے علم سے بے پروائی وہ جرم ہے جس کے مرتکب مشرکین مکہ ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی حضورﷺ کی دعوت اور اللہ کے پیغام سے اعراض کیا تھا۔

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ
مقصدِ حیات اور اس کا حصول

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

اس شمارے میں

عالمی جنگ کے سائے میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس

امیر سے ملاقات (53)

تکمیل نبوت کے دو مظاہر

مشرق وسطیٰ میں قیامِ امن کا ممکنہ حل

گلۂ جفائے وفا نما......

پاکستان اپنا عالمی کردار برقرار رکھے!

مصیبت اور آسانی دونوں میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

سورۃ لقمٰن | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت 32

وَ اِذَا غَشِیَہُمۡ مَّوۡجٌ کَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۚ فَلَمَّا نَجّٰہُمۡ اِلَی
الۡبَرِّ فَمِنۡہُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوۡرٍ ﴿۳۲﴾

آیت ۳۲: ﴿وَ اِذَا غَشِیَہُمۡ مَّوۡجٌ کَالظُّلَلِ﴾ ’’اور جب کبھی (سمندر میں) موج انہیں ڈھانپ لیتی ہے سائبانوں کی طرح‘‘

بحری سفر کے دوران جب کبھی یہ لوگ طوفان میں پھنس جاتے ہیں اور سائبانوں کی طرح پھیلی ہوئی موجیں انہیں اپنی طرف ایسے بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جیسے کہ وہ ان کے اوپر سے گزر جائیں گی۔

﴿دَعَوُا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۚ﴾ ’’تو وہ پکارنے لگتے ہیں اللہ کو اس کے لیے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔‘‘

﴿فَلَمَّا نَجّٰہُمۡ اِلَی الۡبَرِّ فَمِنۡہُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ﴾ ’’پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو ان میں کچھ ہی ہیں جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔‘‘

یعنی ان میں سے اکثر و بیشتر توحید خالص سے برگشتہ ہو کر پھر شرک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

﴿وَ مَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ کَفُوۡرٍ ﴿۳۲﴾﴾ ’’اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو قول کے جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔‘‘

درس حدیث

کسی کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے پرہیز کریں

عَنۡ اَبِیۡ مُوۡسَی الۡاَشۡعَرِیِّ ؓ قَالَ: ((سَمِعَ النَّبِیُّ ﷺ رَجُلًا یُثۡنِیۡ عَلٰی رَجُلٍ وَیُطۡرِیۡہِ فِی الۡمَدۡحِ فَقَالَ اَہۡلَکۡتُمۡ اَوۡ قَطَعۡتُمۡ ظَہۡرَ الرَّجُلِ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دوسرے شخص کے منہ پر بہت مبالغہ کے ساتھ اس کی تعریف کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: ’’تم نے تو اس شخص کو ہلاک کر ڈالا (یا فرمایا کہ) تم نے تو اس کی کمر توڑ ڈالی۔‘‘

تشریح: حدیث کے الفاظ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کسی کی تعریف و توصیف کرنے سے نہیں بلکہ اس میں مبالغہ آرائی کرنے سے ہے۔ چونکہ مبالغہ حقیقت کے خلاف ہوتا ہے، لہٰذا اسلامی اخلاق میں مبالغے کی گنجائش نہیں۔ مبالغہ کرنے والا شخص غلط تعریف کرتا ہے اور جس کی تعریف کی جاتی ہے اُسے غلط فہمی میں مبتلا کر کے گناہ کا کام کرتا ہے۔ یا اندیشہ ہوتا ہے کہ ممدوح اپنی تعریف سن کر گھمنڈ یا تکبر میں مبتلا ہو جائے۔

اداریہ

رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمی جنگ کے سائے میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس

دنیا آج جس خطرناک دور سے گزر رہی ہے، اس میں جنگیں محض ریاستوں کے درمیان مسلح تصادم کا نام نہیں رہیں، بلکہ عالمی طاقتوں کی سیاسی بالادستی، خطے کے وسائل، جغرافیائی اثر و رسوخ اور مستقبل کے عالمی نظام کی تشکیل کی کشمکش بن چکی ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی جارحیت، غزہ کی تباہی، لبنان کی بے امنی، ایران اور امریکہ کے درمیان کشیدگی، جوہری پروگرام کے حوالے سے تنازعات اور مذاکراتی عمل کے اُتار چڑھاؤ نے عالمی امن کے دعووں کو ایک مرتبہ پھر سوالیہ نشان بنا دیا ہے۔ ایسے ماحول میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 81 ویں سالانہ اجلاس میں تقریریں تو ایک سے بڑھ کر ایک کی گئیں۔ اسرائیل (مقبوضہ فلسطین) کے وزیر اعظم کا غزہ میں قتل عام بلکہ نسل کُشی کے جواز پیش کرنا۔ ایرانی صدر کا بھرپور خطاب جو دھمکیوں سے بھرا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فاتح عالم خطاب فرما رہے ہیں۔ امریکی صدر کا اپنے خطاب میں ایران کو صفحۂ ہستی سے 'مٹا دینے' کی دھمکی دینا اور ساتھ ہی ایک روز قبل ایرانی وفد کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کو ''very good'' قرار دینا۔ ترکیہ کے صدر کا روایتی 'سیفٹی والو' کا کردار ادا کرنا کہ کہیں مسلمانانِ عالم بھڑک نہ اٹھیں! تضادات سے بھرے بیانات۔ دنیا بھر کے لیڈران کی پھرتیاں۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب (بقول ٹرمپ 'terrific man') کا بھی خطاب ہو چکا ہوگا جب یہ تحریر قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی۔ نا جانے وہ کیا کیا فرما جائیں۔ لیکن گزشتہ پون صدی کی تاریخ، خصوصاً نائن الیون کے بعد کے واقعات و سانحات سے یہ واضح ہو چکا کہ اقوام متحدہ جو ایک عرصہ تک مغرب کی لونڈی تھی، اب اپنا وقت پورا کر چکی اور اُس کی لاش کو زبردستی کھڑا کر کے ایک ڈراما رچایا جا رہا ہوتا ہے۔

یہاں ایک بنیادی امتیاز ضروری ہے۔ سفارتی مذاکرات، سائڈ لائنز پر ملاقاتیں اور سیاسی بیانات اپنی جگہ اہم ہیں، مگر ان کے حقیقی مقاصد اور نتائج کا تعین محض قیاس آرائی سے نہیں، بلکہ قابل تصدیق شواہد، سرکاری اعلانات اور عملی اقدامات سے ہونا چاہیے۔ اسی اصول کے تحت اقوام متحدہ میں تقاریر کا بھی اور مشرق وسطیٰ کی صورت حال کا بھی جائزہ لینا ضروری ہے۔ امریکہ ایران جنگ، حوثیوں کے عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب پر حملوں اور ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کی غزہ پر ایک مرتبہ پھر بمباری شروع کر دینے سے مشرق وسطیٰ کے پہلے سے غیر مستحکم حالات کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔ امریکی و اسرائیلی حملوں کے بعد تہران اور واشنگٹن کے درمیان مذاکرات کی کوششیں پاکستان نے شروع کروائیں، پھر قطر بھی شامل ہو گیا، لیکن اعتماد کا بحران، فوجی دباؤ، پابندیاں، آبنائے ہرمز، ایران کے جوہری پروگرام سے متعلق اختلافات اور سب سے بڑھ کر اسرائیل کا خطے میں امن قائم نہ ہونے دینا اور ہر حال میں 'spoiler' کا کردار ادا کرنے پر بضد رہنے سے کسی بھی درجہ میں امن کو ناممکن بنا رکھا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظام خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
16 تا 22 ربیع الثانی 1448ھ جلد 35
29 ستمبر تا 5 اکتوبر 2026ء شمارہ 37
مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: ● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکریٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، نسگیاں روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دار الاسلام" ملتان روڈ، چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 30 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

22 ستمبر کو صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر ایران کے نمائندوں کے ساتھ امریکی خصوصی ایلچی (صیہونی) اسٹیو وٹکوف کی تقریباً تین گھنٹے کی ملاقات کا ذکر کیا اور مزید مذاکرات کی امید ظاہر کی۔ اسی دوران ایران کی جانب سے آبنائے ہرمز کھولنے کے امکان کو امریکی دباؤ میں کمی اور بحری ناکہ بندی کے خاتمے سے مشروط کیے جانے کی اطلاعات سامنے آئیں۔ تاہم مذاکرات کی موجودگی بذاتِ خود امن کی ضمانت نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا مذاکرات برابری کی بنیاد پر ہوں گے یا ایک فریق فوجی طاقت، اقتصادی پابندیوں اور سیاسی دباؤ کے ذریعے دوسرے فریق سے یک طرفہ رعایتیں حاصل کرنے کی کوشش کرے گا؟

دوسری طرف ستمبر کے وسط میں جرمنی میں امریکہ، اسرائیل اور متحدہ عرب ممالک کے اعلیٰ فوجی کمانڈروں کی ایک غیر اعلانیہ (خفیہ) ملاقات کی خبر سامنے آئی۔ رپورٹوں کے مطابق اس اجلاس کا اہتمام امریکی سینٹرل کمانڈ کے سربراہ ایڈمرل بریڈ کوپر نے کیا تھا، جبکہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بحرین، کویت، قطر، اردن اور مصر کے فوجی حکام بھی شریک ہوئے اور اسرائیلی فوجی و انٹیلی جنس کے عہدیدار بھی۔ امریکی سینٹرل کمانڈ نے ملاقات کی میزبانی اور علاقائی سلامتی پر گفتگو کی تصدیق کی، اگرچہ اس کے تمام جزئیات کی مکمل تفاصیل عام نہیں کی گئیں۔ البتہ اس ملاقات کو محض معمول کی عسکری کانفرنس سمجھ کر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایران جنگ اور بحری راستوں کے تحفظ کے تناظر میں اسرائیل اور بعض عرب ریاستوں کے مابین سکیورٹی رابطے بڑھ رہے ہیں جو کسی المیہ سے کم نہیں۔ تاہم اس اجلاس کو عرب حکومتوں کی جانب سے اسرائیلی جنگی عزائم کی مکمل تائید کا قطعی ثبوت قرار دینا بھی کم از کم قبل از وقت ہوگا۔

اس معاملے میں تین پہلو قابلِ توجہ ہیں۔ اولاً، علاقائی سلامتی کے نام پر قائم ہونے والے سکیورٹی ڈھانچے میں اسرائیل کا کردار بڑھتا جا رہا ہے۔ ثانیاً، خلیجی ریاستیں ایران کی فوجی صلاحیتوں، میزائلوں، ڈرونز، حوثیوں (پراکسی) اور بحری راستوں کو درپیش خطرات کے باعث امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ تعاون کر کے اپنی تباہی کو خود دعوت دے رہی ہیں۔ ثالثاً، اس تعاون کے نتیجے میں فلسطین اور غزہ کا مسئلہ ترجیحات میں مزید پس منظر میں جا رہا ہے۔ اگر چند مسلم ریاستیں اپنے دفاع کے لیے بیرونی طاقتوں سے تعاون کرتی ہیں تو باقی مسلم دنیا کے لیے اصل سوال یہ ہوگا کہ کیا یہ تعاون فلسطینیوں کے حقوق، اسرائیلی قبضے کے خاتمے اور خطے میں حقیقی امن کے مطالبے کے ساتھ مشروط ہے یا نہیں؟

ستمبر کے وسط ہی میں عمان کے دارالحکومت مسقط میں امریکی حکام اور حوثی نمائندوں کے درمیان ایک غیر اعلانیہ (خفیہ) ملاقات کی اطلاعات بھی سامنے آئیں۔ رائٹرز کے مطابق عمانی حکومت نے رابطے کے انعقاد میں مدد دی، جبکہ گفتگو میں بحیرۂ احمر کی کشیدگی، امریکی بحری جہازوں کو نشانہ نہ بنانے اور 2025ء کی جنگ بندی سے متعلق یقین دہانیوں پر بات ہوئی۔ ان مذاکرات کے پس منظر میں امریکی مفاد واضح ہے کہ امریکہ بحیرۂ احمر اور باب المندب میں جہاز رانی کے تحفظ کا خواہاں ہے، پھر یہ کہ اطلاعات کے مطابق حوثیوں نے بھی یہ یقین دہانی کروادی ہے کہ امریکی اور اسرائیلی جہازوں پر حملے نہیں کریں گے! کون کس طرف کھڑا ہے؟ دردناک حقیقت یہ ہے کہ مسلم دنیا ایک دوسرے کے گلے کاٹنے میں مصروف ہے اور شاید یہ بھول بھی چکی ہے کہ اگست 2025ء میں اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے ایک انٹرویو میں گریٹر اسرائیل کے تصور سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے 'تاریخی' اور 'روحانی' مشن قرار دیا تھا۔ ہمارے نزدیک اصل خطرہ یہی ہے۔ مسلم ممالک جتنی جلد اس اصل خطرے کا ادراک کر کے ایک 'کم از کم ایجنڈے' پر اتفاق کر لیں اُن کے لیے بہتر ہے۔ ایک دوسرے پر حملے کرنے کی بجائے اپنے اصل دشمن کے خلاف کسی نوعیت کا مشترکہ محاذ قائم کریں۔ مکہ معاہدہ میں توسیع کر دی جائے اور ایران و دیگر اہم مسلم ممالک کو اس میں شامل کرنے پر راضی کیا جائے تو بہتری کا آغاز ہو سکتا ہے۔

فی الوقت ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ مکہ معاہدہ اپنے آغاز سے قبل ہی اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔

✿✿✿

ملکی حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک طرف حکومت اپوزیشن کو بے بس کر رکھ دینے پر تلی ہوئی ہے تو دوسری طرف اپوزیشن 'حق و باطل' کے معرکہ کے لیے خیبر پختونخوا پولیس کو اسلام آباد پر چڑھائی کے لیے تیار کر رہی ہے۔ پُرامن احتجاج یقیناً ہر پاکستانی کا آئینی حق ہے اور حکومت کو بھی بہرحال آئین ہی یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ امن و امان کو قائم رکھے، لیکن کیا معاملات کو خانہ جنگی کی طرف لے جانا بھی ملک کی خدمت ہوگی؟ یہ ایک بڑا سوالیہ نشان ہے، حکومت، اپوزیشن اور 'بڑوں' سب کے لیے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین!

✿✿✿

صیہونی نیل سے فرات تک قبضے اور گریٹر اسرائیل قائم کرنے کے منصوبے پر تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

یہودیوں کی پرانی روش ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر ان کی طاقت ختم کی جائے۔

جس طرح حرمین شریفین کی حفاظت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اسی طرح مسجد اقصیٰ کی حفاظت بھی ہم پر لازم ہے۔

پاکستان کے مسائل کا مستقل اور پائیدار حل یہ ہے کہ ایک پُرامن انقلابی تحریک کے ذریعے نظام کو مکمل طور پر بدلا جائے اور اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق نظام قائم کیا جائے، جس کے لیے پاکستان کو حاصل کیا گیا تھا۔

خصوصی پروگرام ’’امیر سے ملاقات‘‘ میں

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم اسلامی و احباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

سوال: سعودی عرب اور یمن کی جنگ کے حوالے سے متضاد خبریں ہیں۔ آج کے دور میں کسی خبر کی تصدیق کیسے کی جا سکتی ہے۔ قرآن و احادیث میں یہود کی سازشوں کا بہت ذکر ہے، ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ تازہ صورت حال کیا ہے اور ہم کس سمت بڑھ رہے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: مسلمانوں کے پاس اللہ کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات موجود ہیں۔ اس کی روشنی میں ہم حق اور باطل کی تمیز کر سکتے ہیں۔ قرآن میں ایک سنہری اصول بیان ہوا ہے:

’’اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو۔ مبادا کہ تم جا پڑو کسی قوم پر نادانی میں اور پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔‘‘ (الحجرات:6)

آج کے دور میں عالمی میڈیا فسق و فجور، جھوٹ، مکاری اور فریب میں حد سے بڑھا ہوا ہے۔ ریٹنگ بڑھانے کے لیے اور سنسنی پھیلانے کے لیے کیا کچھ ہوتا ہے ہم سب کو معلوم ہے۔ ان حالات میں کسی بھی خبر پر بلا تحقیق اعتماد کر لینا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔ خاص طور پر اگر معاملہ یہودیوں کے متعلق ہو تو پھر بہت محتاط رہنا چاہیے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے آخری سالوں میں کراچی میں ایک خطاب ’’دورِ حاضر میں انسانیت کے سب سے بڑے دشمن‘‘ کے عنوان سے کیا تھا۔ اس میں انہوں نے یہودی سازشوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس کے بعض حصے آج بھی لوگ سوشل میڈیا پر سنتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو اللہ نے توفیق عطا فرمائی اور انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں حالات و واقعات کا تجزیہ کیا۔ قرآن و حدیث کو دوام حاصل ہے۔ اس لیے آج بھی ان کی باتیں سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ یہود کی فطرت میں مکاری شامل ہے، اگر اُس کو اپنا مفاد کسی غیر یہودی جج سے حاصل ہوتا ہو تو اپنا مقدمہ اُس کے پاس لے کر جائے گا۔ یہودی آپس میں سود خوری کا معاملہ نہ کرے گا لیکن ساری دنیا کو سود پر لگا کر ان کا خون نچوڑ لے گا۔ غیر یہودیوں کا مال ہڑپ کرنا وہ اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ قرآن میں ان کی سرشت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

مرتب: محمد رفیق چودھری

﴿فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ ۚ﴾ (آل عمران:75)

’’ان امیین کے معاملے میں ہم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔‘‘

غزہ میں انہوں نے کس طرح بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کیا اور آج بھی جب دنیا کی توجہ غزہ سے ہٹ چکی ہے، فلسطین میں یہودی آبادکاری کا معاملہ بڑھ گیا ہے، یہاں تک کہ برطانیہ نے بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں اسرائیل کا پرچم لہرا دیا گیا ہے، یہودی عبادت گزاروں کو لا کر وہاں ان سے ریاضتیں کروائی جا رہی ہیں۔ ان کا جو منصوبہ ہے کہ نیل سے فرات تک قبضہ کر کے گریٹر اسرائیل قائم کرنا ہے، اس پر تیزی سے گامزن ہیں۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ نائن الیون کے ڈرامے کے فوراً بعد بش کی زبان پر کروسیڈز کا لفظ آیا اور اس کے بعد ایک تسلسل کے ساتھ افغانستان، عراق، لیبیا، شام سمیت کئی مسلم ممالک کو تباہ کر دیا گیا۔ پھر برما، کشمیر اور بھارت کے کئی علاقوں میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا۔ مقبوضہ کشمیر میں بھارت وہی ہتھکنڈے آزما رہا ہے جو اسرائیل فلسطین میں آزما رہا ہے۔ تیسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم ممالک کو آپس میں لڑوا کر ان کی طاقت ختم کی جا رہی ہے۔ ماضی قریب میں ایران اور عراق کے درمیان جنگ کروا کر اپنے مقاصد حاصل کیے۔ دونوں کو اسلحہ فروخت کر کے معاشی فوائد بھی حاصل کیے۔ آج بھی یہی سازشیں ہمیں نظر آ رہی ہیں۔ مکہ مکرمہ اور طائف پر حوثیوں کے حملوں کی خبریں عالمی میڈیا پر آئیں جبکہ حوثیوں نے اس کی تردید کی ہے۔ یہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی سازش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مکہ اور مدینہ حرمین شریفین ہیں مگر ہم یہ نہ بھول جائیں کہ مسجد اقصیٰ بھی ہمارے لیے حرم ہے۔ جس طرح حرمین شریفین کی حفاظت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اسی طرح مسجد اقصیٰ کی حفاظت بھی ہم پر لازم ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قسم اُٹھا کر فرمایا کہ ایک مسلمان کی جان اللہ کے نزدیک کعبہ سے زیادہ قیمتی ہے۔ آج مسلمانوں کی لاشیں کس طرح گرائی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کی جان، مال اور عزت کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کے درمیان معاہدہ ہوا تو ہم نے خراجِ تحسین پیش کیا لیکن اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ باقی مسلم ممالک کو بھی اس معاہدہ میں شامل کیا جانا چاہیے۔ بصورت دیگر انہیں آپس میں لڑایا جائے گا، جیسا کہ معاہدہ کے بعد پاکستان کے لیے مشکل کھڑی ہو گئی کہ ایران اور حوثیوں کے خلاف کیسے کھڑا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلم اُمہ میں اگر کہیں طاقت ہے تو اس کو بھی آپس کی جنگ میں جھونک دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحبؒ اقبال کے شعر کا مصرع سنایا کرتے تھے:

فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

آج امریکہ اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہے، سعودی عرب نے حوثیوں کے خلاف مدد مانگی تو اسے صاف

انکار کر دیا گیا۔ دوسری طرف مسلم ممالک ابھی بھی امریکی کمبل سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہنری کسنجر کے الفاظ تھے کہ امریکہ کے دشمن کو امریکہ سے اتنا خطرہ نہیں ہوتا جتنا اس کے دوست کو ہوتا ہے۔ عرب حکمرانوں کے نزدیک سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کا اقتدار کسی طرح بچ جائے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ ابراہم اکارڈز میں آ جاؤ تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ حالانکہ وقت آنے پر وہ بھی ان کی مدد نہیں کریں گے جیسا کہ سعودی عرب کو ٹرمپ نے صاف انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مسلمانوں پر یہ پہلے ہی واضح کر دیا تھا:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ﴾ (البقرۃ:120) ”اور (اے نبی ﷺ! آپ کسی مغالطے میں نہ رہیے) ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپؐ پیروی نہ کریں ان کی ملت کی۔“ آج یہ بات ثابت ہو رہی ہے۔

سوال: آج پاکستان سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نزدیک اس کا حل اسلامی انقلاب تھا۔ تنظیم اسلامی اس کے لیے سیاست میں حصہ کیوں نہیں لے رہی؟ آخر کب اس کی تحریک شروع ہوگی؟ امیر تنظیم اسلامی الیکشن کیوں نہیں لے رہے؟ (بھٹی جونیئر)

امیر تنظیم اسلامی: جہاں تک سیاست کا تعلق ہے تو ہر باشعور انسان سیاسی بصیرت ضرورت رکھتا ہے۔ سیاست کا لفظ حدیث مبارک میں بھی ہمیں ملتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ)) (بخاری) ”بنی اسرائیل کی سیاست اور رہنمائی انبیاء کرامؑ کرتے تھے۔“

یہاں عربی الفاظ میں سیاست کا لفظ موجود ہے۔ بنی اسرائیل کے انبیاء خود نظام ریاست سنبھالتے تھے اور بادشاہ تھے۔ سیاست کے لفظی معنی ہیں انتظام کرنا۔ شاہ ولی اللہؒ کی معروف کتاب ”حجۃ اللہ البالغۃ“ میں سیاست مدن کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی شہر کا نظام چلانا۔ جب ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے دین کے جامع تصور کو بیان کرتے ہیں تو اس میں جہاں انفرادی زندگی کے تین گوشوں (عقائد، عبادات اور رسومات) کو بیان کرتے ہیں وہاں اجتماعی زندگی کے تین گوشوں (سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام) کی بھی بات کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر سیاست دو طرح کی ہے: نظری سیاست اور عملی سیاست۔ عملی سیاست بھی دو طرح کی ہے: ایک انقلابی سیاست اور دوسری انتخابی سیاست۔ تنظیم اسلامی کے لٹریچر میں ایک جملہ موجود ہے: ہم معروف معنوں میں سیاسی جماعت نہیں ہیں، یعنی ہم انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لیتے لیکن ہم نظری سیاست میں ضرور حصہ لیتے ہیں اور انقلابی سیاست (یعنی نظام کی تبدیلی کے لیے پُرامن انقلابی جدوجہد) کے قائل ہیں۔ نظری سیاست سے مراد یہ ہے ہم ملکی اور قومی مسائل پر گفتگو کریں، نظام حکومت اور مروجہ سیاست کی خرابیوں کو اُجاگر کریں۔ اگر کوئی حکومت اچھا کام کرتی ہے تو اس کو سراہنا اور اگر حکومتی سطح پر غلط کام ہو رہے ہیں تو ان کی مخالفت کرنا اور اصلاح کی کوشش کرنا، حکمرانوں کو

> **آج جب دنیا کی توجہ غزہ سے ہٹ چکی ہے، فلسطین میں یہودی آباد کاری کا معاملہ بڑھ گیا ہے، مسجد اقصیٰ میں اسرائیل کا پرچم لہرا دیا گیا ہے، وہاں یہودی ربیوں سے ریاضتیں کروائی جا رہی ہیں۔**

اچھا مشورہ دینا وغیرہ۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کھل کر حکمرانوں پر تنقید بھی کرتے تھے اور مشورے بھی دیتے تھے۔ یہ نظری سیاست ہے۔ آج بھی تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے حالات حاضرہ پر پریس ریلیز بھی جاری ہوتی ہے اور خطبات جمعہ میں بھی کلام کیا جاتا ہے۔ یہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے ذیل میں دینی تقاضا بھی ہے۔ عملی سیاست میں سے ہم انتخابی سیاست کے قائل نہیں ہیں، ہم دیانت داری کے ساتھ یہ تجزیہ بیان کرتے ہیں کہ انتخابات کے ذریعے چلتا ہوا نظام تو چلایا جا سکتا ہے لیکن نظام کو بدلا نہیں جا سکتا۔ نظام کو صرف انقلابی سیاست سے ہی بدلا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کی روشنی میں انقلابی جدوجہد کا جو طریقہ کار طے کیا ہے، ہم اس کے مطابق انقلابی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ”رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب“ کے عنوان سے موجود ہے۔ اس کا مطالعہ قارئین کے لیے مفید ہوگا۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک اسلامی انقلاب نہیں آ جاتا تب تک مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوریت بہتر ہے کیونکہ اس طرح عوام کا اعتماد ریاست پر رہے گا، تعصبات اور بغاوتیں سر نہیں اٹھائیں گی اور نہ ہی دشمن فائدہ اٹھا سکے گا لیکن یہ نظام کو چلانے کے لیے عارضی حل ہے۔ مستقل اور پائیدار حل یہ ہے کہ انقلابی تحریک کے ذریعے نظام کو مکمل طور پر بدلا جائے اور اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق عدل و قسط پر مبنی نظام قائم کیا جائے۔

سوال: 1951ء میں تمام مسالک سے تعلق رکھنے والے 31 جید علماء کرام نے مل کر مشترکہ 22 نکات پیش کیے جو درحقیقت حکومت چلانے کے لیے عملی نوعیت کے چند ضابطے ہیں، جو اس بات پر تو روشنی ڈالتے ہیں کہ نظام حکومت کو کیسے چلایا جائے لیکن خود حکومت کی اصل نوعیت یا شکل و ساخت پر خاموش ہیں۔ ان نکات میں ایک صدر کے وجود کا ذکر ملتا ہے نہ کہ کسی خلیفہ یا امیر کا، جس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اگر ان اصولوں کو ملک میں نافذ بھی کر دیا جائے تو بھی مروجہ جمہوری طرز حکومت کا یہ ڈھانچا بالکل ویسے ہی کام کرتا رہ سکتا ہے بشرطیکہ صدر مملکت اس کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہوں۔ اگر صورتحال واقعی یہی ہے تو پھر کیا موجودہ دور کا مروجہ جمہوری نظام ہی اس مقصد کے لیے کافی ہے اور کیا اس کے بعد اسلام میں خلافت یا امارت کے الگ نظام کا قیام اب محض ایک غیر ضروری شے بن کر نہیں رہ جاتا ہے؟ (محمد حمید یار خان، سعودی عرب)

امیر تنظیم اسلامی: 1949ء میں جب قرارداد مقاصد پاس ہوگئی تو اس کے بعد سوال اُٹھا کہ پاکستان میں کس مکتب فکر کا اسلام نافذ ہوگا؟ اس کے جواب میں تمام مکاتب فکر کے 31 جید علماء نے 22 نکات پر اتفاق کر لیا کہ ان کے تحت ملک میں اسلام کو نافذ کیا جائے۔ جہاں تک نظام کی ساخت کا تعلق ہے تو دیکھئے دین میں بعض چیزیں ایسی ہیں جنہیں بدلا نہیں جا سکتا۔ مثلاً نمازیں 5 ہیں تو قیامت تک 5 ہی رہیں گی۔ نکاح مرد اور عورت کا ہی ہوگا، اس کو بدلا نہیں جا سکتا۔ مگر دنیا کے نظم و نسق کے معاملات میں انسان کو کچھ اختیار بھی دیا ہے۔ کیونکہ ہر دور کے مسائل مختلف ہو سکتے ہیں۔ جوں جوں انسانی شعور آگے بڑھ رہا ہے، نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں تو ان مسائل کو وقت کے لحاظ سے دین کے دائرہ کے اندر رہ کر حل کرنا ہے۔ مثلاً کسی زمانے میں ہم دینار استعمال کرتے تھے، آج کرنسی آ گئی، آئندہ لین دین کی کوئی اور شکل بھی سامنے آ سکتی ہے۔ ایسے معاملات میں انسان کو کچھ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ کرے۔ قرآن و حدیث میں انفرادی سطح کے معاملات پر بہت زیادہ ہدایات ہیں لیکن اجتماعی سطح پر دنیوی معاملات کے لیے بنیادی اصول فراہم کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً خلیفہ کے قیام کا معاملہ ایک اجتماعی معاملہ ہے۔ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تقرر کے لیے خود حضور اکرم ﷺ نے اشارہ دیا تھا۔ دوسرے خلیفہ کو پہلے خلیفہ نے نامزد کیا۔

تیسرے خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لیے 6 افراد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ یعنی پہلے تینوں خلفاء راشدین ؓ کے تقرر کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے گئے۔ سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ اجتماعی سیاسی معاملات کو وقت کی نزاکت کے مطابق طے کیا جائے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ قرآن مجید نے اس حوالے سے ایک اصول ہمیں دیا ہے:

﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات:1)

’’مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے۔‘‘

یعنی جس کام سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کر دیا ہے، اس کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ یہاں عبادت کے اصول کے علاوہ ایک اصول دنیوی معاملات کے لیے بھی نکلتا ہے کہ سب کچھ حلال ہے سوائے اس کے جو حرام ثابت کر دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان کے آئین میں جو چور دروازے ہیں ان کو اگر بند کر دیا جائے تو یہ اسلامی آئین بن جائے گا۔ مثلاً آئین کی وہ شقیں جن میں یہ لکھا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کی ہوگی اور کتاب و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنے گا۔ یہ شقیں صرف پرنسپلز آف پالیسیز میں نہ رہیں بلکہ باقاعدہ ان کو باقی تمام شقوں پر بالا دست قرار دیا جائے تو پورا آئین اسلامی بن سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد جو بھی شق کتاب و سنت کے خلاف ہوگی وہ خود بخود کالعدم ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس آئین کے تحت چاہے صدارتی نظام قائم ہو، چاہے پارلیمانی نظام قائم ہو، وہ اسلامی نظام ہی قرار پائے گا۔ ایک اور بنیادی اصول یہ ہونا چاہیے جو قرآن نے بیان کیا:

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠﴾ (الشوریٰ: 38)

’’اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔‘‘

مشورہ سو میں بھی ہوگا، ہزار میں بھی ہو سکتا ہے، کبھی ریفرنڈم کرا لیں تو 25 کروڑ سے بھی مشورہ ہو جائے گا۔ البتہ دیکھا جائے گا کہ مشورے کی نوعیت کیا ہے۔ اگر یہ کچھ اصولی باتیں طے ہو جائیں تو جس ساخت کا بھی سیاسی نظام قائم ہوگا وہ دین کے مزاج سے ہم آہنگ ہوگا۔ اب یہ علماء کا کام ہے کہ وہ نظر رکھیں کہ کوئی قانون یا پالیسی کتاب و سنت کے خلاف نہ بنے۔ 31 علماء نے جو 22 نکات پیش کیے ان کے مطابق بقول جنرل حمید گل ایک سافٹ ریولیوشن آ سکتا تھا کہ جو قانون کتاب و سنت کے خلاف ثابت ہو جائے، پارلیمنٹ اس کو بدل دے تو نظام چلتا رہے گا۔ وہ سافٹ ریولیوشن نہیں آ سکا تب ہی ہم انقلاب، تحریک اور جدوجہد کی بات کرتے ہیں۔

سوال: کیا اسلام میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کہیں امارت اور خلافت کے بارے میں واضح احکامات ملتے ہیں کہ اس کی شکل کیسی ہونی چاہیے، امیر یا خلیفہ کیسا ہونا چاہیے اور اس کے لیے مشاورت کرنے والی شوریٰ کے اوصاف کیا ہونے چاہئیں؟

امیر تنظیم اسلامی: اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطبات خلافت کے عنوان سے تفصیلی خطابات موجود ہیں جو اب کتاب کی شکل میں بھی موجود ہیں۔ ان خطابات میں ڈاکٹر صاحبؒ نے اسلام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کے خدوخال بیان

> **بقول جنرل حمید گل (مرحوم) آئین میں اسلامی شقوں کی بالادستی سے ایک سافٹ ریولیوشن آ سکتا تھا۔ وہ سافٹ ریولیوشن نہیں آ سکا تب ہی ہم تحریک اور انقلابی جدوجہد کی بات کرتے ہیں۔**

کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحبؒ کا ایک کتابچہ ’’عہد حاضر کی اسلامی فلاحی ریاست کے خدوخال‘‘ کے عنوان سے بھی ہے۔ اس میں بھی خاصی تفصیلات ہیں۔ اسلامی نظام کی اصل روح شوریٰ ہے، آپ دینی دائرے کے اندر رہتے ہوئے مشاورت سے صدر کی مدت 4 سال کر لیں، چھ سال کر لیں۔ شریعت کے اصولوں کو سامنے رکھ کر ہم بہت سارے معاملات طے کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے یہاں تک بھی کہا کہ اگر قانون شریعت کے مطابق ہو، فیصلے شریعت کے مطابق ہوں تو آپ ٹو پارٹی سسٹم بھی لے کر آ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ممبران اسمبلی کے انتخاب کے لیے بھی ایک معیار ہونا چاہیے کہ انہیں دنیوی علم کے ساتھ ساتھ دینی علم بھی ہو، امین اور صادق ہوں۔ ایسے لوگ اوپر آئیں گے تو وہ کم از کم قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں گے۔

سوال: تنظیم اسلامی کا تربیتی دور کب ختم ہوگا؟ کب جہاد اور منکر کے خلاف اجتماعی جدوجہد شروع ہوگی؟ کیا انفرادی سیرتوں کو سنوارتے رہنے اور محدود دائرے میں دعوت پھیلاتے رہنے سے باطل پرستوں کی مدد نہیں ہو رہی؟ اس فساد زمانہ کو روکنے کے لیے اقدام کا وقت کب آئے گا؟

امیر تنظیم اسلامی: جہاں تک تربیت کی بات ہے تو انسان کو آخری وقت تک تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں محتاج ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ ایسا بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ انسان کو مزید تربیت کی ضرورت نہ ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ جب دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو نماز کی آخری رکعت میں بھی یہ دعا فرما رہے تھے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ ’’(اے رب ہمارے!) ہمیں ہدایت بخش سیدھی راہ کی۔‘‘

اس میں اُمت کے لیے بڑا سبق ہے۔ جہاں تک اقدام کی بات ہے تو اس کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام ؓ سے بڑھ کر اُمت میں کسی کے پاس غیرت اور جذبہ نہیں ہو سکتا، مگر 13 سال مکہ میں انہوں نے ہاتھ نہیں اُٹھایا، کسی بت کو نہیں توڑا۔ حالانکہ دو تہائی قرآن مکہ میں نازل ہوا، اس میں شرک کی نفی بھی آ رہی تھی، باطل کی نفی بھی ہو رہی تھی۔ سیرت سے سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ ان 13 سالوں میں ایمان لانے والوں کی قرآن کے ذریعے تعلیم و تربیت کی گئی ہے، انہیں آزمائشوں سے گزار کر کندن بنایا گیا ہے۔ لوگوں کو دعوت بھی دی گئی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ’’رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب‘‘ کتابچے میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی طریقے پر تنظیم اسلامی لوگوں کو دعوت پیش کرے گی، قرآن کے ذریعے تعلیم و تربیت جاری رکھے گی، منکر کے خلاف بات بھی ہوگی۔ باطل نظام کے خلاف بات بھی ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ تم میں سے جو کوئی ہاتھ سے برائی کو روک سکتا ہے ہاتھ سے روکے، ہاتھ سے نہیں روک سکتا تو زبان سے روکے، زبان سے بھی نہیں روک سکتا تو دل میں برا جانے۔ ہمارے پاس ہاتھ سے روکنے کا اختیار نہیں ہے لہٰذا ہم تحریر و تقریر کے ذریعے منکر کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔ جب انقلاب آ جائے گا تو ہاتھ سے روکنے کی طاقت بھی ہوگی۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے منہج سے ہی پتہ چل رہا ہے۔ جہاں تک جہاد کا تعلق ہے تو اس کا سبق بھی ہمیں سیرت سے ملے گا۔ قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ﴾ (العنکبوت: 69) ’’اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم لازماً اُن کی راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف۔‘‘

جہاد اور قتال دو الگ چیزیں ہیں۔ جہاد جہد مسلسل کا نام ہے۔ جہاد مکہ کے 13 برس میں بھی ہوا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو بھی قربانیاں دی گئیں، مشقتیں اُٹھائی گئیں، دعوت دی گئی، یہ سب جہاد تھا۔ پھر جب قتال کا حکم آ گیا تو اللہ کی راہ میں جنگیں ہوئیں، شہادتیں ہوئیں، قتال کیا گیا وہ بھی جہاد تھا۔ جب تک ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں

ہے تب تک تربیت چلے گی، دعوت چلے گی، تزکیہ اور تعلیم کا سلسلہ چلتا رہے گا، منکر اور باطل کی مذمت زبانی طور پر ہوگی، خاموش اکثریت کو متحرک کرنے کی کوشش جاری رہے گی ۔ جب اتنی اکثریت حاصل ہو جائے گی کہ وہ باطل نظام کے ساتھ ٹکرا سکے تو پھر اقدام ہوگا، تصادم ہوگا، پھر جان دینے کی باری بھی آئے گی ۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے کتابچے میں یہ ساری تفصیل موجود ہے۔ تب تک میں جس قدر دین پر عمل کرسکتا ہوں، میں اس کا مکلف ہوں، اس پر عمل کروں گا۔ اسی طرح نفاذ دین کے لیے جس قدر کوشش میں کرسکتا ہوں وہ کرتا رہوں گا۔ روزِ محشر مجھ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ دین قائم کیوں نہیں کیا۔ البتہ یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ اقامتِ دین کے لیے کتنی جدوجہد کی۔ اس کا آغاز اپنی ذات سے ہوگا۔ سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلام کو نافذ کرنا ہے۔ اگر اپنے پانچ چھ فٹ کے جسد پر اسلام غالب نہیں کرسکتا تو 25 کروڑ کے ملک میں اسلام لانے کی بات کیسے کرسکتا ہوں۔ اپنی بساط کے مطابق میں غلبۂ دین کی جدوجہد کرتا ہوں، غالب کرنا اللہ کے اختیار میں ہے، کوشش کرنا میرا کام ہے۔ اگر میں اسے فرض سمجھ کر اپنا تن من دھن لگا دوں تو امید ہے آخرت میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

سوال: تنظیم اسلامی میں الحمدللہ کسی چیز کی کمی نہیں ہے لیکن میری رائے میں تنظیم کے قابل نوجوانوں کی سوشل میڈیا پر انفرادی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تنظیم کا ایک آفیشل چینل یقیناً موجود ہے لیکن میرے نزدیک وقت کا تقاضا ہے کہ جو باصلاحیت نوجوان تنظیم میں موجود ہیں انہیں بھی سوشل میڈیا پر اپنے علم اور اخلاق کے ذریعے اقامتِ دین کی دعوت لوگوں تک پہنچانی چاہیے۔ (سید محمد کامل)

امیر تنظیم اسلامی: یقیناً سوشل میڈیا ایک میڈیم ہے اور ہم اس کو استعمال بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس وقت ٹیلی ویژن کا استعمال کیا جب دینی حلقے اس کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس کے فوائد آج لوگوں کے سامنے ہیں۔ تنظیم میں جو لوگ اس قابل ہیں کہ وہ لوگوں کو دعوت پیش کرسکیں اُن کو باقاعدہ تربیت دے کر اس کام کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور وہ پورے پاکستان میں دعوت اور دروس کا کام کر رہے ہیں۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ فزیکل دعوت کا کوئی نعم البدل نہیں ہوسکتا۔ پاکستان کے بڑے شہروں میں ہماری قرآن اکیڈمیز موجود ہیں جن میں تنظیم اسلامی کے تحت ہمارے ساتھیوں کے پروگرام ہوتے ہیں۔ تنظیم کی مختلف سطحوں سے لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ سوشل میڈیا کا استعمال بھی ضروری ہے لیکن احتیاط بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ہم سوشل میڈیا کے ہو کر رہ گئے تو پھر تربیت بھی شاید سوشل میڈیا تک ہی رہ جائے گی اور شاید انقلاب بھی سوشل میڈیا تک ہی رہ جائے گا۔ سوشل میڈیا کا استعمال بھی ہم کرتے ہیں لیکن ان پروٹوکولز کے ساتھ جو تنظیم اسلامی نے مقرر کیے ہیں۔ ہم اپنے ساتھیوں کے پروگرامز بھی نشر کرتے رہتے ہیں اور کرنے کی کوشش کریں گے۔

میزبان: سوشل میڈیا کے منفی اثرات بھی بہت زیادہ ہیں۔ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص سوشل میڈیا پر کام کرے اور ان اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ سوائے اس کے جس پر اللہ کا خاص کرم ہو۔ دعوت کے لیے صرف علم ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ صبر و تحمل اور آخرت پر یقین کا پختہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ انسان لائکس کے چکروں میں پڑ کر، شہرت کی لالچ میں اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ انسان زعم اور گھمنڈ میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ کسی نے بڑی اچھی بات کہی تھی کہ 20 لاکھ فالوورز تھے کسی کے لیکن جنازے پر صرف 20 لوگ تھے۔

سوال: قرآن کے احکام کو نافذ کرنے کی ذمہ داری تو علماء کی ہے جبکہ آپ عوام کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ آپ اپنی حکمت عملی بتائیں کہ کیا ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اسلام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کی تفصیلات بیان نہیں کیں؟ (ابن ذی ثاقب)

امیر تنظیم اسلامی: صرف علماء ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ہر اُمتی ذمہ دار ہے کہ جو بھی قرآن کے احکام ہیں، ان پر جس قدر ممکن ہو پہلے خود عمل کرے اور پھر دوسروں کو دعوت دے اور پھر معاشرے پر نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرے۔ لہٰذا سب سے پہلے ہر مسلمان کو خود کو موردِ الزام ٹھہرانا چاہیے۔ اس کے بعد شریعت کے جو احکام جس کے متعلق ہیں، چاہے وہ حکمران ہوں، ججز ہوں، جرنیل ہوں، علماء ہوں، سیاستدان ہوں وہ اگر ان پر عمل نہیں کرتے تو وہ جوابدہ ہوں گے۔ قرآن میں سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے تین فتوے ایک جگہ صادر فرما دیے ہیں:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾ ”اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ ”اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ (المائدہ) ”اور جو لوگ نہیں فیصلے کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکامات و قوانین کے مطابق وہی تو فاسق ہیں۔“

جو حکم میرے لیے ہے اگر میں اس پر عمل نہیں کر رہا تو مجھے ڈرنا چاہیے کہ یہ فتوے میرے لیے نہ ہوں۔ اسی طرح کوئی شخص ادارے کا سربراہ ہے، گھر کا سربراہ ہے، ریاست کا سربراہ ہے اُس کو ڈرنا چاہیے کہ شریعت کے جن احکامات پر اپنے دائرہ کار میں وہ عمل کرسکتا ہے، نہیں کر رہا تو اسی قدر مجرم ہے۔ ایک داعی کا کام محض تنقید برائے تنقید نہیں ہوتا۔ داعی کا طرزِ عمل تو وہ ہونا چاہیے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ بھاگ بھاگ کر جہنم کی آگ کی طرف جا رہے ہو اور میں تمہیں کھینچ کھینچ کر اس سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ایک داعی کو لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطبات خلافت کے عنوان سے جو خطابات ہیں ان میں انہوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اگر آج خلافت کا نظام قائم ہوگا تو اس کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی خدوخال کیا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور میں نے ان خطبات کو ذرا آسان الفاظ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ماہنامہ میثاق میں میرے وہ خطبات 9 اقساط میں شائع بھی ہوئے۔ اسی طرح ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک کتابچہ ”اسلام کا انقلابی منشور“ کے عنوان سے بھی ہے۔ اس میں انہوں نے اکیڈیمک انداز میں لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کیا ہوگا۔ یہ سب باتیں ہم اپنے خطبات جمعہ میں بھی، دعوتی اور تربیتی اجتماعات میں بھی، ہفت روزہ ندائے خلافت میں بھی، ماہنامہ میثاق میں بھی اور پروگرام زمانہ گواہ ہے میں بھی دہراتے رہتے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل تنظیم کی شوریٰ نے مشاورت کے بعد ایک دستاویز تیار کی ہے اور اس کو مدارس اور یونیورسٹیز میں بھی بھیجا ہے تاکہ موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق اسلام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کے متعلق مختلف آراء سامنے آسکیں۔ جب یہ آراء موصول ہوں گی تو نفاذِ اسلام کے طریقۂ کار اور نظام میں کچھ ویلیو ایڈیشن بھی ہوگی اور میرا ارادہ ہے کہ آئندہ کچھ ماہ سے اپنے خطبات جمعہ میں ان تفصیلات کو بیان کرنے کا سلسلہ بھی شروع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

تکمیلِ نبوت کے دو مظاہر

ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت کامل ہوئی اور آپ ﷺ پر رسالت کامل ہوئی' ان دونوں باتوں کو اب میں علیحدہ علیحدہ بیان کر رہا ہوں' ذرا اس کو سمجھ لیجیے۔ دراصل نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ ہر رسول لازماً نبی بھی ہے' مگر ایسا نہیں کہ ہر نبی لازماً رسول بھی ہو۔ نبی اور رسول میں فرق کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ اس فرق کی بنیاد کیا ہے' یہ میرا اس وقت کا موضوع نہیں ہے' لیکن جو شخص نبی بھی ہے اور رسول بھی' اس کی شخصیت میں جو دونوں چیزیں جمع ہو گئیں ان کی باہمی نسبت کیا ہے؟ دیکھئے نبوت اللہ سے لینے والا پہلو ہے۔ یعنی وحی حاصل کرنا' وحی کو وصول کرنا' یہ نبوت ہے۔ جبکہ رسالت ہے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دینا' عوام تک ابلاغ اور تبلیغ کا حق ادا کر دینا۔ تو ایک پہلو نبوت ہے' دوسرا پہلو رسالت ہے۔ نبوت وہ کھڑکی ہے جہاں سے وحی آ رہی ہے اور اس کو اللہ کا نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) وصول کر رہا ہے۔ اب اس کا کام بحیثیت رسول اس وحی کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اے رسول! پہنچا دیجیے جو کچھ بھی نازل کیا گیا ہے آپؐ پر آپؐ کے رب کی طرف سے'' ﴿وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾ (المائدۃ: 67) ''اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو پھر آپؐ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔''

نبوت کی تکمیل کے دو مظاہر ہیں اور اس کے لیے میرے نزدیک قرآن مجید کی جو متعلقہ آیت ہے وہ الفاظ قرآن میں تین مرتبہ آئے ہیں' سورۃ التوبۃ میں' سورۃ الفتح میں اور سورۃ الصف میں: ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق دے کر' تاکہ اسے کل جنس دین پر غالب کر دے''۔ یہاں قرآن حکیم کے لیے ''الہدیٰ'' کا لفظ آیا ہے' اور ''الہدیٰ'' اور ''دین الحق'' کے درمیان حرف عطف ''وَ'' آیا ہے۔ یعنی یہ دو چیزیں الہدیٰ اور دین حق دے کر بھیجا۔ کس لیے بھیجا؟ ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ تاکہ وہ غالب کر دے اسے تمام ادیان پر' تمام نظاموں پر' پورے کے پورے جنس دین پر۔ اس کے بعد دو جگہ ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ''خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناپسند ہو''۔ اور ایک جگہ آیا: ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝﴾ ''اور اللہ کافی ہے بطور گواہ (یا بطور مددگار)۔''

حضور ﷺ کو جو دو چیزیں دی گئیں' الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق' ابتدا سے چلی آ رہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا تو ساتھ ہی فرما دیا گیا: ''پھر جو بھی تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت آئے تو جو لوگ اس ہدایت کی پیروی کریں گے' ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہو گا۔'' (البقرۃ: 38) تو ہدایت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ شروع ہو گیا' لیکن جیسے جیسے بحیثیت مجموعی نوع انسانی کے شعور نے ترقی کی' ذہنی اور فکری سطح بلند ہوئی' ویسے ہی اس ہدایت کے اندر بھی ارتقا ہوتا چلا گیا۔ ظاہر بات ہے کوئی بچہ اگر پرائمری کا طالب علم ہے اور آپ اس کے لیے پی ایچ ڈی ٹیچر رکھ دیجیے تو کیا وہ اسے پی ایچ ڈی کی تعلیم دے گا؟ یا ایم اے کا نصاب پڑھائے گا؟ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ ابھی عہد طفولیت میں ہے اور اس کے لیے ایک خاص حد سے آگے بات کا سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ تو نوع انسانی جب تک عہد طفولیت میں تھی ہدایت بلکہ ہدایات آتی رہیں کہ یہ کرو' یہ نہ کرو۔ نوٹ کیجیے' میں یہاں ''ہدایت'' کی جگہ ''ہدایات'' کا لفظ استعمال کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ تورات ''احکام عشرہ'' پر مشتمل تھی کہ یہ اوامر ہیں اور یہ نواہی ہیں' یہ تمہیں کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا ہے۔ جب تک نوع انسانی شعور کے اعتبار سے' اپنے فلسفیانہ فکر کے اعتبار سے' اپنے ذہن اور شعور کی ارتقائی منازل کے اعتبار سے پختہ کار نہیں ہو گئی تو اس عبوری دور کے لیے ہدایات آتی رہیں کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو' لیکن جب نوع انسانی شعور کے اعتبار سے بلوغ کو پہنچ گئی تو اسے ہدایات کے بجائے ہدایت کاملہ عطا کر دی گئی۔ تاریخ اور فلسفہ کے ماہرین خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ نوع انسانی کا فلسفیانہ شعور بارہ سو سال میں ترقی کی منازل طے کرتا ہوا اپنے بلوغ کی منزل کو پہنچا ہے۔ یہ دور 600 قبل مسیح سے شروع ہو کر 600 بعد مسیح پر ختم ہو گیا۔ سارے کے سارے فلسفے انہی بارہ سو سالوں میں پیدا ہوئے۔ سقراط' افلاطون اور ارسطو بھی اسی دور میں پیدا ہوئے اور گوتم بدھ' مہاویر' کنفیوشس اور تاؤ نے بھی اسی دور میں جنم لیا۔ اس بارہ سو سالہ دور میں انسان کا ذہن خاص طور پر فلسفیانہ شعور اپنی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے پختگی کی آخری حد کو پہنچ چکا تھا۔ یادش بخیر پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا ذکر کر رہا ہوں' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے' جب میں کرشن نگر میں پریکٹس کرتا تھا تو وہ شام کو میرے پاس آ کر بیٹھ جایا کرتے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ پھلجھڑیاں ہوتی تھیں جو اُن کے منہ سے نکلتی تھیں' جو گویا فلسفیانہ اور تاریخی معلومات اور مذہبی مسائل کا ایک خزانہ تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا عجیب بات ہے 600 قبل مسیح سے 600 بعد مسیح تک جتنے مذاہب اور جتنے فلسفے پیدا ہونے تھے ہو چکے' اس کے بعد کوئی نیا مذہب یا نیا فلسفہ دنیا میں نہیں آیا۔ یہ تو پرانی شراب ہے جو نئے لیبلوں کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔ اس پر میرا ذہن فوراً منتقل ہوا اور میں نے کہا: چشتی صاحب! اس کا تو براہِ راست تعلق ختم نبوت کے ساتھ ہے! کہنے لگے: کیوں؟ میں نے کہا: جب انسان جو کچھ از خود سوچ سکتا تھا سوچ چکا تو پھر اسے ہدایت کاملہ سے نواز دیا گیا' اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ 600 عیسوی تک انسان کا فلسفیانہ شعور اپنی پختگی اور بلوغ کو پہنچ گیا تھا تو 610ء میں حضرت محمد ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾ (العلق) اور شاید سیرت النبی ﷺ کا یہ پہلو بہت کم لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

اس ''اقرأ'' کی وحی کے آنے سے متصلاً قبل (مدت کا ہمارے پاس تعین نہیں ہے کہ کتنے مہینے یا کتنا لمبا عرصہ لگا ہے) حضور ﷺ غارِ حرا میں جو مراقبہ کیا کرتے تھے وہ کس چیز پر مشتمل ہوتا تھا؟ حدیث میں الفاظ آتے ہیں: يَتَحَنَّثُ فِيْهِ ''وہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے''۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سی عبادت؟ آپؐ اگر یہودیوں کے ہاں پیدا ہوتے تو یہودیوں والی عبادت کرتے اور عیسائیوں کے ہاں پیدا ہوتے تو عیسائیوں والی عبادت کرتے' لیکن آپؐ تو عرب کے اندر مکہ میں مشرکانہ ماحول میں پیدا ہوئے اور ظاہر بات ہے کہ مشرکین والی عبادت کرنے کا تو سوال ہی نہیں۔ آپؐ سلیم الفطرت انسان تھے اور آپؐ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ تو آپؐ کون سی عبادت کرتے تھے؟

شارحین حدیث نے اس کا حل نکالا ہے: کان صفة تعبدہ فی غار حراء التفکر والاعتبار۔ یعنی غار حرا میں حضور ﷺ کی جو عبادت تھی وہ غور وفکر اور سوچ بچار پر مشتمل تھی۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پوری انسانی فلسفیانہ سوچ کے مراحل طے کرائے ہیں اور اس کے بعد وحیٔ نبوت کا آغاز ہوا ہے: ﴿اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ①﴾ یہ سارا مرحلہ اسی لیے تھا کہ حضور ﷺ اپنی سوچ اور غور وفکر سے اپنی سلامتیٔ طبع اپنی سلامتیٔ فطرت اور عقل سلیم کی رہنمائی میں غور وفکر کریں' تدبر کریں۔ اور اس کے نتیجے میں پھر آپؐ اس مقام پر پہنچے کہ ﴿وَوَجَدَكَ ضَاۗلًّا فَهَدٰى ⑦﴾ (الضحیٰ) یعنی اے نبی ﷺ! ہم نے پایا آپ کو کہ آپ ہدایت کی تلاش میں سرگرداں ہیں' تو ہم نے آپؐ کو ہدایت کاملہ سے سرفراز فرما دیا۔

یہ ایک بہت اہم حقیقت ہے جو نگاہوں کے سامنے نہ ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نگاہوں کے سامنے آ جائے تو بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ کیا تورات اللہ کی کتاب نہیں تھی؟ اس میں تحریف کیوں ہو گئی؟ اگر اللہ نے ضمانت لی ہوتی کہ اس میں تحریف نہیں ہو سکتی تو کیا تحریف ہو سکتی تھی؟ کیا انجیل اللہ کی کتاب نہیں تھی؟ یقیناً تھی۔ اس میں تحریف کیوں ہو گئی؟ اس لیے کہ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ قرآن کی حفاظت کا ذمہ نہ لیتا تو کیا ہم اسے تحریف کے بغیر چھوڑ دیتے؟ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!

قرآن کے ترجموں میں بھی تحریفیں ہوئی ہیں اور تفسیروں میں بھی ہوئی ہیں' ہاں ایک متنِ قرآن ہے جس میں تحریف نہیں ہو سکتی' اس لیے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑨﴾ (الحجر) ''ہم نے ہی اس ''الذکر'' کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ'' کے الفاظ کا مصداق تورات بھی ٹھہرتی ہے' انجیل بھی اور زبور بھی۔ اللہ ہی نے سابقہ سماوی کتب بھی نازل کی تھیں۔ خاص طور پر سورۃ المائدۃ کے ساتویں رکوع کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ﴾ ''ہم نے اتاری تھی تورات' اس میں ہدایت بھی تھی' نور بھی تھا''۔ پھر انجیل کے بارے میں بھی فرمایا: ﴿فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ ''اس میں ہدایت بھی تھی' نور بھی تھا''۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ نے ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا اور قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا؟ سابقہ کتبِ سماویہ کے نزول کے وقت ابھی ہدایت اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہی تھی' ابھی اسے اپنے نقطۂ عروج اور نقطۂ کمال تک پہنچنا تھا۔ چنانچہ اس درمیانی عرصے کے لیے' عبوری دور کے لیے جو ہدایات آ رہی تھیں ان کو مستقل طور پر محفوظ کر دینے کی چنداں حاجت نہ تھی۔ جب وہ کامل اور مکمل ہدایت آ گئی اور ہدایت کی تکمیل ہو گئی تو اب یہ ہدایت ''ھُدًی'' نہیں رہی' ''الھُدٰی'' ہو گئی۔ اب اس کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا۔

ختمِ نبوت کے خلاف غلام احمد قادیانی کی دلیل کی تردید

ایک قادیانی سے جب اس معاملے پر بحث کی تو سورۃ البقرۃ میں وارد شدہ الفاظ ﴿فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ﴾ کے مصداق وہ میری دلیل کے آگے بالکل مبہوت ہو کر رہ گیا۔ غلام احمد قادیانی ایک بہت اچھا مناظر تھا۔ اس نے آریہ سماجیوں اور عیسائیوں سے مناظرے کیے' جن میں فتح حاصل کی اور نتیجتاً مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا' محبوب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک شوشہ چھوڑا کہ نبوت اور وحی تو رحمت ہیں' رحمت بند کیسے ہو سکتی ہے؟ وحی تو انسانوں کی ہدایت کے لیے ہے' انسان ختم نہیں ہوئے تو وحی کیسے ختم ہو گئی! دیکھئے بظاہر یہاں بات جی کو لگتی ہے۔ یہیں سے آپ کو اس بات کا جواب مل جائے گا کہ بڑے بڑے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ اس فتنے کا شکار کیونکر ہو گئے۔ دنیا میں ایک ہی مسلمان نام کا سائنس دان ٹاپ پر آیا ہے' اور وہ قادیانی ہے۔ ایک ہی مسلمانوں کا نام رکھنے والا انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس ہیگ کا جج بنا ہے' وہ بھی قادیانی ہے۔ بڑے بڑے ڈاکٹرز اور انجینئرز قادیانی ہیں' آخر کیوں؟ یہ بات ایسی تھی جو بظاہر دل کو اپیل کرتی ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے وحی کا راستہ کھولا گیا تھا' ابھی انسان ختم نہیں ہوئے' وحی کا دروازہ کیسے بند ہو جائے گا؟ پہلے اجراء وحی کا شوشہ چھوڑا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ اگر وحی جاری ہے تو نبوت بھی جاری ہے۔ لہٰذا پھر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے عوام الناس کی نفسیات کو متاثر کرنے کے لیے ایک اور شوشہ چھوڑا کہ دیکھو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ فوت بھی ہو گئے اور زیر زمین دفن ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور وہ آسمان پر ہیں! اس سے تو گویا ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم حضرت محمد ﷺ سے افضل ہو گئے! حالانکہ افضلیت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اصحاب کہف اگر 300 برس تک سوتے رہے تو اس میں کون سی افضلیت کی بات ہے! اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو 100 برس تک مردہ رکھ کر دوبارہ زندہ کر دیا تو اس میں افضلیت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ خدا کی قدرت ہے' اللہ ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی نے عام آدمی کو گمراہ کرنے کے لیے ایسے شوشے چھوڑے اور کہا کہ نہیں نہیں' غلط ہے' یہ مولویوں کے ڈھکوسلے ہیں' رفعِ مسیح' قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہے' حدیثوں کے اندر ہے' اور حدیثوں کے بارے میں ہم اطمینان نہیں کر سکتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سولی نہیں چڑھائے گئے۔ مرزا کے بقول وہ سولی چڑھائے گئے' لیکن فوت نہیں ہوئے' البتہ زخمی ہونے کے بعد صلیب سے اتار لیے گئے تھے' پھر اُن کا علاج معالجہ ہوا' پھر وہ علاقہ چھوڑ کر کشمیر میں آ گئے' یہاں آ کر ان کا انتقال ہو گیا اور یہاں دفن ہوئے' یہاں کشمیر میں اُن کی قبر بھی موجود ہے۔ یہ دو ایشو ہیں جو اس شخص نے خصوصی طور پر اٹھائے اور اس طرح عوام الناس کو متاثر کیا۔

ابھی میں نے جس قادیانی کا ذکر کیا اس سے میں نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ: کیا تم یہ مانتے ہو کہ اللہ کی ہدایت قرآن میں کامل ہو گئی؟ اس نے کہا: ہاں' ہم مانتے ہیں کہ ہدایت کامل ہو گئی۔ میں نے کہا: کیا تم یہ مانتے ہو کہ قرآن محفوظ ہے' اس میں تحریف نہیں ہوئی؟ اُس نے کہا: ہاں' ہم مانتے ہیں کہ قرآن محفوظ ہے' اس میں تحریف نہیں ہوئی۔ پھر میں نے کہا: مجھے منطقی وجہ بتاؤ کہ پھر اس وحی کی کھڑکی کو کھلے رکھنے کا فائدہ کیا ہے؟ وہاں سے جو آنا تھا وہ مکمل ہو گیا' یعنی قرآن۔ ہاں' قرآن میں اگر تحریف ہو جاتی' اس کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا گیا ہوتا تو کسی نبی کی ضرورت تھی کہ جو آ کر اس کی تصحیح کرتا کہ یہ بات یوں نہیں' یوں تھی۔ منطقی اعتبار سے ایک جواز پیدا ہوتا ہے وحی اور نبوت کے جاری رہنے کا' بشرطیکہ ان دو باتوں میں سے کسی ایک کو مانا جائے یا تو یہ کہو کہ قرآن میں ہدایت مکمل نہیں ہوئی اور یا کہو کہ ہو تو گئی تھی لیکن قرآن گم ہو گیا یا قرآن کے اندر تحریف ہو گئی' یہ وہ اصل قرآن نہیں ہے۔ یہ دونوں باتیں نہیں مانتے تو عقلی اور منطقی اعتبار سے اس کھڑکی کو کھلے رکھنے کا کہاں کوئی جواز پیدا ہوتا ہے؟ اس پر وہ قادیانی بالکل مبہوت ہو گیا کہ واقعتاً آپ کی دلیل بہت مضبوط ہے۔ تو تکمیلِ نبوت کا پہلا مظہر یہ ہے کہ وہ ہدایت' فلسفیانہ ہدایت' ایمان کی ہدایت' فکری اور نظری ہدایت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دینی تھی' وہ قرآن میں مکمل ہو گئی۔

تکمیل نبوت کا دوسرا مظہر یہ ہے کہ دینِ حق کی بھی تکمیل ہوئی ہے حضرت محمد ﷺ پر۔ جیسا کہ سورۃ المائدۃ کی آیت 3 میں آیا: ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا''۔ لیکن تکمیلِ دین کا پس منظر بھی سمجھ لیجیے۔ جیسے انسان کے ذہنی ارتقاء کے مراحل آئے ہیں' فلسفیانہ شعور میں ترقی ہوئی ہے اور ہوتے ہوتے وہ اپنے بلوغ اور پختگی کو پہنچا ہے' ایسے ہی انسان کے اندر تمدنی طور پر ارتقاء ہوا ہے۔ ایک دور وہ تھا جب ہمارے آباء و اجداد غاروں میں رہتے تھے۔ کہیں کوئی سٹریٹ لائٹ کا سوال نہیں' کہیں کوئی سڑکوں کو صاف کرنے کا سوال نہیں' کہیں کسی کارپوریشن اور میونسپلٹی کا سوال نہیں۔ انفرادیت ہی انفرادیت تھی۔ میں اپنی غار کا مالک ہوں' جو چاہوں کروں' میرے اوپر کوئی قانون نہیں' کوئی قدغن نہیں۔ یہ نظام تھا۔ اجتماعیت تھی ہی نہیں' انفرادیت ہی انفرادیت تھی۔ پھر قبائلی نظام قائم ہوا کہ قبیلے کا ایک سردار ہے' اس کا حکم ماننا ہوگا۔ تم فلاں قبیلے سے ہو' اس قبیلے کی یہ روایات ہیں' تمہیں ان پر عمل کرنا ہوگا۔ اب جیسے جیسے اجتماعیت آنی شروع ہوئی انفرادیت کے اوپر قدغنیں لگنی شروع ہوئیں۔ یہ نہیں کہ جو چاہو کرو۔ تمہارا تعلق اس قبیلے کے ساتھ ہے' اس کی یہ رسم ہے' یہ ریت ہے' اس کا یہ رواج ہے' تمہیں اس کو پورا کرنا ہوگا اور تمہارا جو شیخ قبیلہ ہے' سردار ہے' اس کا حکم ماننا ہوگا۔

آگے چلیے! شہری ریاستیں وجود میں آئیں۔ دو' تین' چار قبیلے ایک شہر میں آ کر آباد ہو گئے۔ ہر قبیلہ تو اپنی جگہ پر ایک اجتماعی یونٹ ہے' اس کا سردار ہے' اس کا کہنا سب مانتے ہیں' لیکن اب ان قبیلوں کے آپس کے معاملات کیسے طے ہوں گے؟ یہاں سے دستور سازی کا آغاز ہوا۔ چنانچہ کچھ اصول طے کیے جاتے تھے کہ ہمارے بین القبائلی معاملات ان اصولوں کے تحت ہوں گے۔ اب میں یہاں ایک مثال دیتا چلوں' حضور ﷺ کی بعثت کے وقت مکہ مکرمہ ایک قبیلے کا شہر تھا جہاں صرف قریش رہتے تھے' اور کوئی وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ بات طے تھی کہ یہاں یا قریشی رہے گا یا قریشی کا غلام رہے گا' وہ کوئی بھی ہو' یا قریشی کا حلیف رہے گا' یعنی باہر سے کوئی آئے گا تو کسی مکہ والے کا حلیف بن کر ٹھہر سکتا ہے' ورنہ نہیں۔ لیکن مدینہ منورہ سماجی ارتقاء کے ایک بلند تر درجے پر تھا۔ وہاں پانچ قبیلے آباد تھے۔ دو تو اصل عرب قبیلے تھے: اوس اور خزرج۔ تین یہودی قبائل تھے جو وہاں آ کر آباد ہو گئے تھے: بنو قریظہ' بنو قینقاع اور بنو نضیر۔ ان پانچوں قبیلوں کے آپس میں معاہدات تھے۔ اوس کا قبیلہ چھوٹا تھا' خزرج کا بڑا تھا۔ (حضور ﷺ نے بھی جب ان میں بارہ نقیب مقرر کیے تھے تو نو خزرج میں سے تھے اور تین اوس میں سے۔) اوس اور خزرج کے درمیان یہ طے تھا کہ اگر کوئی خزرجی کسی اوسی کو قتل کر دے گا تو دیت ایک تہائی ہوگی' جبکہ اگر کوئی اوسی کسی خزرجی کو قتل کر دے گا تو تین گنا دیت دینا ہوگی۔ یقیناً اوسی نوجوان کا خون کھولتا ہوگا کہ کیا میرے خون اور میری جان کی قیمت اس خزرجی نوجوان کے مقابلے میں ایک بٹا تین ہے! لیکن اگر مدینے میں رہنا ہے تو اس اصول کو ماننا پڑے گا' یہ اصول یہاں طے ہو چکا ہے' اب تمہیں اس کی پابندی کرنی ہے۔

اس سے اگلا قدم کیا تھا! جزیرہ نمائے عرب کے اوپر جو بہت بڑا بگڑ ہے یہ شام عرب اور عراق عرب ہے۔ یہ بھی عرب ممالک ہیں۔ اس جزیرہ نما کے اوپر دو عظیم مملکتیں قائم تھیں' قیصر کی سلطنت روما اور کسریٰ کی سلطنت ایران۔ یہ تمدن کی آخری سٹیج تھی جبکہ حکومتیں بن گئیں' بادشاہتیں قائم ہو گئیں' محلات بن گئے' مستقل افواج وجود میں آ گئیں۔ لاکھوں کی تعداد میں فوجیں ہیں' ٹیکس لگ رہے ہیں' دہقان محنت کر رہا ہے اور اس سے ٹیکس لیا جا رہا ہے' جاگیردار اپنا حصہ رکھ کر باقی بادشاہ کو پہنچاتا ہے۔ کرگے پر بیٹھا ہوا کوئی شخص کپڑا بن رہا ہے تو اس سے بھی ٹیکس لیا جا رہا ہے۔ عوام کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے اور بادشاہ عیش کر رہے ہیں' اونچے اونچے محلات بنا رہے ہیں۔ یہ زمانہ تھا جبکہ انسانیت پر ایسی پابندیاں لگیں کہ انسان مجبور و مقہور ہو کر رہ گیا۔ اس دور میں محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ اس وقت تمدنی ارتقاء اس انتہا کو پہنچ گیا تھا کہ اجتماعیت کا دور دورہ تھا' انفرادیت پس گئی تھی' اس کی آزادیاں ختم ہو گئی تھیں۔ اب بادشاہ تھا اور بادشاہ کا نظام تھا۔ عوام میں کہیں ذرا سی بھی بغاوت ہوتی تو سلطنت روما کے غرق آہن فوجی اسے بری طرح کچل دیتے تھے۔ اسی طرح ایرانی فوجی کسی کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ اس وقت محمد رسول اللہ ﷺ آئے اور آپ ﷺ کو نوعِ انسانی کے لیے دینِ حق کی صورت میں ایک مکمل نظامِ حیات عطا کر دیا گیا کہ سماجی سطح پر یہ ہدایات ہیں' معاشی سطح پر یہ ہدایات ہیں اور سیاسی سطح پر یہ ہدایات ہیں۔ الغرض ایک مکمل پولیٹکو سوشیو اکنامک سسٹم کی حیثیت سے دین کو کامل کر کے حضرت محمد ﷺ کو عطا کر دیا گیا۔ حالانکہ دین ہمیشہ سے ایک تھا' موسیٰ کا دین بھی یہی تھا' عیسیٰ کا دین بھی یہی تھا' ابراہیم کا بھی یہی تھا' نوح کا بھی یہی تھا۔ سورۃ الشوریٰ (آیت 13) میں فرمایا:

''(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوح کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف کی ہے اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو کہ قائم کرو دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو.....''

سب کا دین ایک تھا' لیکن ابھی دین مکمل نہیں ہوا تھا۔ ابھی اجتماعیت محدود تھی' ابھی انفرادیت کا بول بالا تھا۔ ابھی ایک نظام کا تصور نہیں تھا۔ ابھی کوئی پولیٹیکل سسٹم وجود میں نہیں آیا تھا۔ ابھی وہ مستقل افواج کے دور نہیں آئے تھے۔ وہ دور جب آ گیا تو عدل و قسط پر مبنی ایک پولیٹکو سوشیو اکنامک سسٹم اسلام کی شکل میں' دینِ حق کی تکمیل کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کیا گیا۔ ﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ﴾

یہ تکمیلِ نبوت کے دو مظاہر ہیں۔ ایک یہ کہ ہدایت ''ھُدًی'' سے بڑھ کر ''اَلۡھُدٰی'' بن گئی۔ یعنی قرآن کی صورت میں کامل اور مکمل ہدایت عطا کر دی گئی۔ دوسرے یہ کہ دین کامل ہو گیا۔ یہ دونوں چیزیں حضور ﷺ پر اپنے عروج اور نقطۂ کمال کو پہنچ گئیں۔ چنانچہ اللہ سے لینے والا حصہ جو ہے' یعنی وحی اور دین' دونوں کی تکمیل ہو گئی محمد رسول اللہ ﷺ پر۔

❁❁❁

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ

☆ حلقہ ساہیوال، وہاڑی کے مبتدی رفقاء محترم فصیح علی اور محترم احسن علی کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0302-2800028

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، صادق آباد شمالی کے ملتزم رفیق محترم محمد اشرف جاوید کی اہلیہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-8675953

☆ حلقہ ساہیوال، وہاڑی کے ناظم بیت المال محترم محمد صدیق کے ماموں زاد بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0309-8675121

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لَهُمۡ وَارۡحَمۡهُمۡ وَاَدۡخِلۡهُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِكَ وَحَاسِبۡهُمۡ حِسَابًا يَّسِيۡرًا

جنازے کے موقع پر تذکیر بالقرآن

شوکت اللہ شاکر

جنازے کے موقع پر تذکیر بالقرآن (قرآن پاک کے ذریعے نصیحت اور یاددہانی) ایک انتہائی اہم اور اثرانگیز عمل ہے۔

موت انسان کی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے، اور جنازگاہ اس حقیقت کا سب سے مؤثر مدرسہ۔ میت سامنے ہو، قبر تیار ہو اور سینکڑوں دل غم وعبرت کی کیفیت میں ہوں تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کا دل نرم ہوتا ہے اور وہ آخرت کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ بعض اوقات اس سنہری موقع کو بھی ہم غیر ضروری حکایات، خوابوں، قصوں اور ذاتی کارگزاریوں کی نذر کر دیتے ہیں۔

اس موقع پر تذکیر کے لیے چند اہم قرآنی آیات، بنیادی موضوعات اور آداب درج ذیل ہیں:

1۔ تذکیر کے لیے منتخب قرآنی آیات

جنازے کے موقع پر ایسی آیات کا انتخاب کرنا چاہیے جو موت کی حقیقت، آخرت کی تیاری اور اللہ کی طرف رجوع کا درس دیتی ہیں:

موت کی حقیقت:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ﴾ (آل عمران: 185)

''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہیں قیامت کے دن تمہارے پورے پورے اجر دیے جائیں گے۔''

دنیا کی بے ثباتی:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝﴾ (آل عمران:185) ''اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔''

اللہ کی طرف واپسی:

﴿قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝﴾ (البقرہ)

''یقیناً ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

امتحانِ زندگی:

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ﴾ (الملک: 2) ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔''

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الزلزال)

''جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا۔''

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا مرکزی نقطہ بھی قرآن، توحید، آخرت، تقویٰ، توبہ اور اطاعت تھا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا یعنی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ پھر ہماری جنازگاہوں میں وعظ کا بنیادی مزاج بھی انذار وتبشیر اور قرآن وسنت ہی کیوں نہ ہو؟

2۔ تذکیر کے بنیادی موضوعات

بیان کے دوران درج ذیل امور پر مختصر اور جامع روشنی ڈالنی چاہیے:

موت سے کوئی مفر نہیں: یہ بتانا کہ دنیا میں آنے والا ہر شخص، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، ایک دن یہاں سے جائے گا۔

زندگی ایک مہلت ہے: یہ زندگی آخرت کی تیاری کے لیے ایک عارضی امتحان گاہ ہے، اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔

اعمال کا حساب: قبر کا پہلا مرحلہ اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیشی کا احساس دلانا۔

توبہ کی ترغیب: زندوں کو گناہوں سے توبہ کرنے اور نیکیوں کی طرف راغب ہونے کی تلقین کرنا، کیونکہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

3۔ جنازے کے موقع پر تذکیر کے آداب

موقع اور محل کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

مختصر اور جامع گفتگو: بیان کو بہت لمبا نہیں ہونا چاہیے۔ لوگ غم کی حالت میں ہوتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں، اس لیے 5 سے 10 منٹ کا اجمالی اور پُراثر بیان کافی ہے۔

نرم اور ہمدردانہ لہجہ: گفتگو کا انداز ملامت والا نہیں، بلکہ دلوں کو جھنجھوڑنے والا اور ہمدردانہ ہونا چاہیے۔

بدعات سے اجتناب: تذکیر کا مقصد سنت کے مطابق لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہو، نہ کہ کوئی ایسی رسم بنانا جو شریعت سے ثابت نہ ہو۔

☆ قرآن کو تذکیر کا ذریعہ بنایا جائے۔

کم از کم ایک واضح قرآنی آیت، اس کا ترجمہ اور مختصر تشریح ضرور ہو۔

☆ صحیح احادیث کو ترجیح دی جائے۔

غیر مستند حکایات، من گھڑت واقعات اور مشہور مگر بے اصل اقوال سے اجتناب کیا جائے۔

☆ میت سے زندہ لوگوں کی اصلاح کی طرف بات منتقل کی جائے۔

نماز، توبہ، حقوق العباد، حلال کمائی، قرآن سے تعلق اور آخرت کی تیاری جیسے عملی موضوعات زیر بحث آئیں۔

☆ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی مستند زندگی سامنے لائی جائے۔ خصوصاً ایمان، دعوت، صبر، ایثار اور دین کے لیے ان کی جانی ومالی قربانیوں کا ذکر کیا جائے۔

☆ آخر میں ایک واضح عملی عہد کروایا جائے۔

مثلاً: ''آج سے نماز کی پابندی کروں گا، کسی کا حق دبایا ہے تو ادا کروں گا، گناہ سے توبہ کروں گا اور قرآن سے اپنا تعلق مضبوط کروں گا۔''

میت ہمارے سامنے ایک خاموش پیغام بن کر پڑی ہوتی ہے: آج اس کی باری تھی، کل ہماری باری ہے۔

اس لیے جنازگاہ کو قصوں کی محفل نہیں بلکہ قرآن وسنت کے ذریعے دلوں کی اصلاح کا مرکز بنائیے۔ لوگوں کو اپنی طرف نہیں، اللہ کی طرف بلائیے۔

میت کے لیے دعا: تذکیر کے اختتام پر جنازے کے شرکا کو نماز جنازہ میں حاضر میت کے لیے خلوص دل سے مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کرنی چاہیے۔

المیہ یہ ہے کہ ایک طرف پورا عالم کفر متحد ہو کر عالم اسلام کے خلاف لڑ رہا ہے اور دوسری طرف مسلمان ممالک آپس میں لڑ رہے ہیں: رضاء الحق

پاک چین دوستی اسرائیلی استعمار کو روک سکتی ہے، لہٰذا پاکستان اور چین کو مل کر خطے میں قیام امن کی کوشش کرنی چاہیے: پروفیسر عرفان یوسف

کہ دفاعی معاہدہ سے قبل OIC بنی، GCC بنی، اسلامک ملٹری الائنس بنا مگر نتیجہ کچھ بھی برآمد نہیں ہوا: مصطفیٰ کمال پاشا

’’مشرق وسطیٰ میں قیامِ امن کا ممکنہ حل‘‘

پروگرام ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: جرمنی میں امریکہ، اسرائیل اور سات عرب ممالک کے عسکری حکام کا ایک خفیہ اجلاس ہوا ہے۔ اس اجلاس کو خفیہ رکھنے کی کیا وجہ تھی؟ اور اس کا ایجنڈا کیا تھا؟

مصطفیٰ کمال پاشا: یہ اجلاس اس لحاظ سے تو خفیہ نہیں ہے کہ 15 ستمبر کو اجلاس ہوا، 16 کو خبر لیک کی گئی اور 17 کو مغربی میڈیا نے اس کی تفصیلات بھی شیئرز کر دیں۔ یہ اجلاس سینٹ کام نے منعقد کروایا تھا، اس میں سات عرب ریاستوں (سعودی عرب، قطر، عمان، مصر، کویت، UAE اور بحرین) کی افواج کے سربراہان کے علاوہ اسرائیل اور امریکہ کے حکام بھی شامل تھے۔ اجلاس کا بنیادی مقصد خطے کی سکیورٹی کو یقینی بنانا بتایا گیا۔ اجلاس میں شریک سات عرب ریاستوں میں سے پانچ نے ابھی تک اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ خطے میں جنگ اسرائیل نے شروع کی تھی، امریکہ نے اس کی پشت پناہی کی اور پھر اسرائیل نے ہی امریکہ کو ایران کے خلاف جنگ میں گھسیٹا۔ اس کو سبز باغ دکھائے کہ ایرانی عوام مہنگائی کی وجہ سے تنگ ہے، اگر امریکہ ایران پر حملہ کر دے تو ایرانی عوام اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ یہ معلومات خاصی حد تک درست تھیں۔ پاسداران آیت اللہ علی خامنائی کے ساتھ ہاتھ ملا کر عوام کی نمائندہ حکومت کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے تھے، خطے میں لڑائی جھگڑوں کو پروموٹ کر رہے تھے، دوسری طرف معاشی پابندیوں کی وجہ سے ایرانی معیشت دگرگوں تھی اور عوام تنگ تھے، پاسداران لوگوں کو جو سخت سزائیں دے رہے تھے، ان کی وجہ سے بھی بے چینی تھی۔ لیکن جب امریکہ نے حملہ کیا تو ایرانی عوام متحد ہو گئے اور آٹھ ماہ سے جاری اس جنگ نے خطے میں کشیدگی پیدا کر دی ہے کیونکہ ایران کے حمایتی حوثی بھی سعودی عرب کے خلاف جنگ شروع کر چکے ہیں۔ اگرچہ جو اجلاس سینٹ کام نے بلوایا ہے اس کا مقصد بھی بتایا گیا کہ خطے میں امن کیسے قائم کیا جائے۔ لیکن اطلاعات یہ بھی ہیں کہ امریکی ڈیپ سٹیٹ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ایران پر ایٹمی حملہ کرکے اس قصے کو پاک کر دیا جائے۔ دوسری جانب اس اجلاس کا مقصد عرب ممالک کو اعتماد میں لے کر اسرائیل کے ساتھ تعلقات بڑھانا بھی ہے۔

سوال: ایک طرف یہ اجلاس ہوا جس میں مبینہ طور پر ایران پر جوہری حملہ کرنے کا فیصلہ ہوا اور دوسری طرف اطلاعات یہ بھی ہیں کہ امریکہ نے مسقط میں حوثیوں کے ساتھ بھی میٹنگ کی ہے۔ اس میٹنگ کا ایجنڈا کیا تھا؟

مرتب: محمد رفیق چودھری

پروفیسر یوسف عرفان: حوثیوں کو ایرانی پراکسیز سمجھا جاتا ہے لیکن پراکسیز صرف حوثی نہیں ہیں۔ جب صہیونیوں نے برٹش امپیریل ازم کی بنیاد رکھی تو اس امپیریل ازم کے تحت ہر خطے میں اس کی پراکسیز قائم کی گئیں۔ یہ پراکسیز سوڈان میں بھی ہیں، صومالی لینڈ میں بھی ہیں، لیبیا میں جو کچھ کرنل قذافی کے ساتھ ہوا وہ بھی ان پراکسیز کے ذریعے کیا گیا۔ مصر میں الاخوان اور ڈاکٹر مرسی (مرحوم) کی حکومت کا تختہ اُلٹا گیا اور پھر ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ قطر میں امریکہ کا سب سے بڑا اڈا بنا ہوا ہے جو اس خطے کے تمام فوجی، معاشی، تجارتی، سماجی اور مذہبی معاملات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ دیگر عرب ممالک میں بھی امریکہ کے اڈے ہیں۔ سعودی حکومت کی اس لحاظ سے اہمیت ہے کہ انہیں حرمین شریفین کے محافظین ہونے کا اعزاز حاصل ہے لیکن وہ بھی امریکہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ ابراہم اکارڈز کو بعض عرب ریاستوں نے سائن کر لیا ہے اور اس کے ذریعے اسرائیل کے ناجائز قبضہ کو تسلیم کیا ہے۔ جب اسرائیل کو تسلیم کیا جائے گا تو یہ تمام پراکسیز اسرائیل کے لیے استعمال ہوں گی۔ پاکستان کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ یہ کوئی اللہ کی خاص کرم نوازی ہے کہ پاکستان کو اللہ نے ایٹمی قوت بنایا ہے اور اس کی وجہ سے عرب ممالک کو بھی حوصلہ ملتا ہے۔ خاص طور پر سعودی عرب ابھی تک ابراہم اکارڈز میں نہیں گیا تو اس کی ایک وجہ پاکستان بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حرمین شریفین کی حفاظت کی ذمہ داری بھی پاکستان کو دے دی۔ اسی وجہ سے پاکستان بھی اسرائیل اور امریکہ کا ہدف ہے۔ دوسرا خوف اسرائیل اور امریکہ کو عرب عوام کا ہے کہ ان کی جانب سے ردعمل ہو سکتا ہے اور عرب بادشاہتوں کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ جرمنی میں ہونے والے اجلاس کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عرب حکمرانوں کو دلاسا دیا جائے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ عالم اسلام متحد ہو۔ بقول اقبال؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

جب تک مسلم ممالک امریکہ پر بھروسا کرتے رہیں گے اور سینٹ کام کی طرف دیکھتے رہیں گے تو یہ متحد نہیں ہو سکیں گے اور نہ امن قائم ہو گا کیونکہ ان کے ایجنڈے بہت خطرناک ہیں۔

سوال: کیا ایسا تو نہیں ہے کہ ان دونوں اجلاسوں کا پس پردہ ایجنڈا یمن کے خلاف کوئی مشترکہ کارروائی کرنا ہو؟ اور اگر ایسا ہوا تو اس کے کیا نتائج ہوں گے؟

رضاء الحق: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ﴾ (البقرۃ:120)

یعنی یہود اور انصاریٰ تو خوش ہی اُس وقت ہوں گے جب مسلمان اُن کی ملت، مذہب، دین اُن کی تہذیب کی پیروی کریں۔

پوری تاریخ میں ان کی کوشش یہی رہی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جائے۔ یہ معاملہ صرف یمن تک محدود نہیں ہے، وہ ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف یہی ایجنڈا رکھتے ہیں۔ صیہونی تحریک نے 1898ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر باسل میں جو اجلاس منعقد کیا تھا اسی میں انہوں نے آئندہ کے لیے اپنا پورا ایجنڈا اور پروٹوکولز طے کر دیئے تھے۔ تھیوڈور ہرتزل نے اپنی ایک کتاب میں 1904ء میں گریٹر اسرائیل کا نقشہ بھی دے دیا تھا۔ اس سارے پس منظر کو آپ احادیث مبارکہ میں آخری زمانے کے متعلق آنے والی خبروں سے جوڑ کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دورِ فتن ہے اور دجال کے خروج کا وقت بہت قریب ہے۔ احادیث کے مطابق یہ دجل، فریب اور دھوکہ دہی کا دور ہے۔ کسی کو علم نہیں ہو سکے گا کہ حق بات کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے، مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہوگا، نہ قتل کرنے والے کو پتا ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا اور نہ ہی قتل ہونے والے کو پتا ہوگا کہ وہ کیوں قتل ہوا۔ دہشت گردی بھی اس کا ایک تسلسل ہے۔ ایران و عرب، یمن اور سعودی عرب، UAE اور سعودی عرب، پاکستان اور افغانستان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ دوسری طرف پورا عالم کفر متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑ رہا ہے، اسرائیل غزہ میں مسلم عورتوں اور بچوں کا قتل عام کر رہا ہے مگر دو ارب مسلمان کچھ نہیں کر پا رہے۔

حدیث میں اس کو وہن کی بیماری قرار دیا گیا:

((حب الدنیا و کراھیۃ الموت))

دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔ یہ نیوم سٹی، اور اونچی اونچی عمارتیں بنانا، کفار سے دوستیاں، دوبئی میں جو کچھ ہو رہا ہے، یہ سب دنیا کی محبت کا اظہار ہے۔ فی الوقت یمن میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک مربوط منصوبے کا حصہ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن امید ہے کہ اسی شر سے خیر برآمد ہوگی ان شاء اللہ کیونکہ احادیث میں شام اور یمن کے لیے برکت کی دعا آئی ہے۔ ٹرمپ نے ایران کے خلاف جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان سے بظاہر ایران کے خلاف جوہری ہتھیاروں کے استعمال کا اظہار ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے جلد یا بدیر مسلمانوں کو سمجھ آ جائے کہ امریکہ اور اسرائیل صرف انہیں آپس میں لڑانا چاہتے ہیں۔

سوال: قطر کی سفارتی سرگرمیاں حوثیوں اور سعودی عرب کے مابین صلح کروانے کے لیے ہیں یا سعودیہ کے دفاع کے لیے؟

مصطفی کمال پاشا: جنگ شروع کرنا کسی ملک کے اختیار میں ہوتا ہے لیکن اسے ختم کرنا آسان نہیں رہتا۔ ٹرمپ نے جو سوچ کر جنگ شروع کی تھی وہ سارے اندازے گڈمڈ ہو گئے ہیں اور جنگ طویل ہونے کی وجہ سے امریکہ میں پٹرول کی قیمتیں تاریخ کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی ہیں۔ اس بات نے جنگ کو امریکی عوام کے لیے ناقابل قبول بنا دیا ہے۔ امریکہ اب طویل جنگ کو افورڈ نہیں کر سکتا ہے حالانکہ اسرائیل چاہتا ہے کہ جنگ طول پکڑے کیونکہ اس میں بربادی مسلمانوں کی ہوگی۔ اس لیے حوثیوں اور سعودی عرب کی جنگ کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے۔ 2015ء میں حوثیوں کی تعداد 30 ہزار تھی لیکن اب بڑھ کر پونے چار لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔ حوثیوں کے پاس ایسے ڈرونز اور میزائل آ گئے ہیں جو کسی عام گروہ کے پاس نہیں ہو سکتے۔ اس کا مطلب ہے کہ عالمی قوتیں اس جنگ کو بڑھا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب نے مدد کی درخواست کی لیکن امریکہ نے انکار کر دیا۔ دوسری طرف حوثیوں کے ساتھ امریکہ کے اجلاس بھی ہو رہے ہیں اور حوثیوں کی جانب سے یقین دہانی کروائی گئی ہے کہ اسرائیلی جہازوں کو نہیں روکا جائے گا۔ قطر کے پاس اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اس جنگ کو رکوا سکے اور سعودی عرب کا دفاع کر سکے۔ پھر امریکہ نے جو بساط بچھائی ہوئی ہے، قطر اس میں مہرے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

> پراکسی صرف حوثی نہیں ہیں، ہر ملک میں برٹش امپیریل ازم کی پراکسیز ہیں اور برٹش امپیریل ازم کی جن صیہونیوں نے بنیاد رکھی ہے وہی ان کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں گے۔

سوال: سعودی عرب نے حوثیوں کے خلاف امریکہ سے مدد مانگی لیکن امریکہ نے انکار کر دیا۔ آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

پروفیسر یوسف عرفان: اسرائیل اپنے استعمار کی پالیسی پر گامزن ہے۔ چونکہ سعودی عرب خطے کی سب سے بڑی طاقت ہے، وہ عالم اسلام کا مرکز ہے، عالم عرب کا نمائندہ ہے، وسائل بھی بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے اسرائیل سعودی عرب کو کمزور کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ خود خطے کی سب سے بڑی ریاست بن جائے۔ اسرائیل اور امریکہ کے افریقہ میں بھی اڈے ہیں، عرب ممالک میں بھی اڈے ہیں وہاں سے وہ میزائل بھی چلاتے ہیں، ڈرونز بھی چلاتے ہیں اور عربوں کو آپس میں لڑاتے ہیں۔ پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کے درمیان جو دفاعی معاہدہ ہوا ہے، اس کی وجہ سے بھی یہ سازش ہو سکتی ہے کہ ان ممالک کو جنگ میں اُلجھا دیا جائے اور جنگ پھیلے جس کا فائدہ اسرائیل کو ہی ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ چین کے اقتصادی منصوبے پاک چین دوستی کی علامت بھی ہیں اور خطے میں طاقت کے توازن اور استحکام کی ضمانت بھی۔ اگر یہ منصوبے کامیاب ہوں گے تو پاکستان کو بھی فائدہ ہوگا اور پاکستان مضبوط ہوگا تو سعودی عرب کو بھی حوصلہ ملے گا۔ یہ پاک چین دوستی اسرائیلی استعمار کو روک سکتی ہے، امریکی عزائم کو بھی ناکام بنا سکتی ہے، ایران اور عرب کشیدگی بھی ختم ہو سکتی۔ اس لیے اسرائیل اور امریکہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کو بھی جنگ میں ملوث کیا جائے تاکہ پاک چین دوستی اور پاک چین اقتصادی منصوبے بھی متاثر ہوں اور پاکستان کمزور ہوگا تو عرب ممالک بھی حوصلہ ہار جائیں گے اور اسرائیلی استعمار کامیاب ہو جائے گا۔

سوال: مشرق وسطیٰ میں جاری جنگ کی وجہ سے آبنائے ہرمز کے بعد باب المندب پر بھی دباؤ بڑھ رہا ہے اور دنیا بھر کو تیل اور گیس کی سپلائی متاثر ہو رہی ہے۔ یہ سب صرف سعودی عرب کو ٹارگٹ کرنے کے لیے ہے یا عالمی تجارت کو ٹارگٹ کرنے کے لیے؟

رضاء الحق: امریکہ اور اسرائیل کسی صورت نہیں چاہتے کہ عالمی تجارت کا بہاؤ جاری رہے کیونکہ ان کو نظر آ رہا ہے کہ مستقبل کی معاشی طاقت چین ہے اور چین عالمی استعمار میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ جبکہ اسرائیل اپنے عزائم پر سمجھوتہ کرنے کے لیے کسی صورت تیار نہیں ہے اور امریکہ کے لیے اسرائیلی مفاد امریکی عوام سے بھی بڑھ کر رہے۔ مسلم ممالک تو آپس میں لڑ رہے ہیں، ایران عرب ممالک پر حملے کر رہا ہے، حوثیوں نے بھی سعودی عرب سے جنگ چھیڑ دی ہے، عراقی ملیشیا نے بھی ایک اہم

پائپ لائن پر حملے کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان بکھرے ہوئے ہیں، ان کا اپنا مشن کلیئر نہیں ہے۔ جبکہ صیہونی اپنا مشن ہرگز نہیں بھولتے، وہ گریٹر اسرائیل کو اپنا تاریخی اور روحانی مشن قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان کو پتا ہے کہ آگے کیا کرنا ہے۔ خطے میں تجارت بند ہوگی تو چین اور پاکستان کے لیے مشکلات بڑھیں گی۔ امریکہ کے پاس تو دہائیوں کے لیے تیل کے ذخائر موجود ہیں۔ چین کی پوری انڈسٹری کا دارومدار تیل پر ہے۔ پھر تجارت رُکنے پر سعودی عرب کو بھی نقصان ہوگا۔ پاکستان، ترکیہ اور سعودی عرب کے مابین دفاعی معاہدہ کے باوجود پاکستان اور ترکیہ نہیں چاہتے کہ جنگ میں الجھ جائیں۔ لیکن اسرائیل اور امریکہ چاہتے ہیں کہ جنگ پھیلے۔ کیونکہ جنگ پھیلے گی تو دنیا کی تجارت متاثر ہوگی اور اسرائیل اپنے عزائم میں آگے بڑھ سکے گا، اس کی اجارہ داری قائم ہوگی۔

سوال: پاکستان نے ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی کے لیے مذاکرات کرائے۔ کیا پاکستان سعودی عرب اور یمنی حوثیوں کے درمیان بھی ثالثی کا کردار ادا کرسکتا ہے؟

مصطفیٰ کمال پاشا: سعودی عرب کے ساتھ ہمارے اچھے تعلقات ہیں اور سعودی عرب چاہتا بھی ہے کہ جنگ رُکے۔ حوثیوں کے نزدیک بھی ابھی تک پاکستان ایک جارح ملک نہیں ہے کیونکہ 2015ء میں جب سعودی عرب نے حوثیوں کے خلاف پاکستان سے مدد مانگی تھی تو پاکستان کی پارلیمنٹ میں مشاورت کے بعد پاکستان نے حوثیوں کے خلاف فوج بھیجنے سے انکار کردیا تھا۔ یہ ایک ایسا فیکٹر ہے جو حوثیوں کے نزدیک پاکستان کی ثالثی کو قابل قبول بناتا ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان ایران کے ذریعے بھی حوثیوں سے مذاکرات کرسکتا ہے۔ مگر یہ صرف سعودی عرب کے چاہنے سے نہیں ہوگا۔ بات معنی خیز ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب امریکہ چاہے گا کہ پاکستان اس جنگ کو رکوانے میں اپنا کردار ادا کرے۔

سوال: سعودی عرب، ترکیہ اور پاکستان کے مابین جو دفاعی معاہدہ ہوا ہے، اس کے عملی تقاضے کیا ہیں؟ اور کیا یہ عملی مرحلے میں داخل ہوچکا ہے؟

پروفیسر یوسف عرفان: اس کے عملی اقدامات تو وقت کے ساتھ ساتھ ڈویلپ ہوں گے۔ مگر جو چیز اظہر من الشمس ہے وہ یہ ہے کہ سعودیہ، ترکیہ اور پاکستان ایک قوت کے طور پر خطے میں موجود ہیں۔ جہاں تک حوثیوں کی بات ہے تو وہ آسانی سے مذاکرات کی میز پر نہیں آئیں گے کیونکہ اُن کے پیچھے عالمی طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ ان کا حل بھی ہے جو پاکستان TTP، بی ایل اے اور دیگر عالمی طاقتوں کی پراکسیز کے ساتھ کررہا ہے کہ ساتھ ساتھ ان کی پٹائی بھی ہورہی ہے اور ساتھ ساتھ مذاکرات کی دعوت بھی دی جارہی ہے۔ پاکستان کی مہارت اس ضمن میں سعودی عرب کے کام آسکتی ہے۔ جنگ کو رکوانے میں پاکستان کا بھی فائدہ ہے کیونکہ اگر جنگ بڑھی تو پاکستان اور چین کو بھی نقصان پہنچے گا اور بھارت کو خطے میں بالادستی حاصل ہوگی۔ اسرائیل کی اصل طاقت اس کے پڑوس میں کمزور عرب ریاستیں ہیں جو اپنا دفاع نہیں کرسکتیں۔ سعودی عرب واحد ملک ہے جو اپنا دفاع کر پا رہا ہے۔ اسرائیل کی کوشش ہے کہ سعودی عرب بھی کمزور ہو۔ اسی طرح پاکستان کو بھی چاروں طرف سے گھیر کر کمزور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پاکستان اور سعودیہ کمزور ہوئے تو چین کے مفادات کو بھی نقصان پہنچے گا۔ لہٰذا پاکستان اور چین کو مل کر اس جنگ کو رکوانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مصطفیٰ کمال پاشا: مکہ معاہدہ میں شامل تین ممالک میں سے ایک ترکیہ نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہوا ہے، سعودی عرب اسرائیل کے ساتھ بیٹھ کر جرمنی میں مذاکرات کررہا ہے۔ لہٰذا مکہ معاہدے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کس کے خلاف ہے اور اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ اس سے قبل OIC بنی، GCC بنی، اسلامک ملٹری الائنس بنا مگر نتیجہ کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔ حالت یہ ہے کہ سعودی عرب اربوں ڈالرز امریکہ کو دیتا ہے لیکن پاکستان امریکہ اور ایران کے مابین ثالثی کا کردار ادا کرنے کے باوجود ایک ارب ڈالر IMF سے قرض لینے کے لیے بھیک مانگ رہا ہے۔ لہٰذا پاکستان کی ثالثی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پاکستان کی معیشت حالت نزاع میں ہے۔ اسی طرح مکہ معاہدہ کا حال بھی OIC اور GCC جیسا ہوگا۔

رضاء الحق: مذاکرات یا معاہدہ کسی بھی نوعیت کا ہو، اصولی طور پر کوئی بری بات نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مکہ معاہدہ امت مسلمہ کی حفاظت کے لیے ہوگا، یہ خواہش تو اچھی ہے مگر اصل میں یہ معاہدہ کن مقاصد کے لیے استعمال ہوگا۔ اس کے بارے میں ہم ابھی نہیں جانتے۔ 2006ء میں امریکی آرمڈ سروسز جرنل میں کرنل رالف پیٹرز کا ایک مقالہ "Blood Borders:How a Better Middle East Would Look" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس میں مشرق وسطیٰ میں ہونے والی تقسیم کا اس نے نقشہ کھینچا تھا۔ اسی کے مطابق اس وقت مشرق وسطیٰ میں سارے واقعات ہورہے ہیں۔ مکہ معاہدہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کچھ اہم مسلم ممالک اس میں شامل نہیں ہوتے۔ خاص طور پر ایران اور مصر کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن میرے خیال میں وہ شامل نہیں ہوں گے۔ پھر مکہ معاہدہ میں جس دشمن کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی واضح نہیں کیا گیا کہ وہ کون ہے۔ اس سے قبل غزہ کے حوالے سے بھی بورڈ آف پیس بنا ہے لیکن اس کے باوجود اسرائیل غزہ پر حملے کررہا ہے لیکن کچھ نہیں ہورہا۔ ایسے معاملات حل نہیں ہوں گے جب تک مسلم ممالک اس بات کو نہیں سمجھتے کہ دشمن تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اس سازش سے باہر نکلنے کا طریقہ قرآن میں بتادیا گیا ہے: ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (سورۃ محمد) ”اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔“

اگر ہم اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں گے تو ہی اللہ کی مدد آئے گی۔ اگر مسلم ممالک اللہ کے دین کے غلبے کو اپنا مشترکہ مقصد بنائیں تو اللہ کی مدد آئے گی۔ لیکن ہمارے حکمران امریکہ، روس، چین سے تو امیدیں لگائے بیٹھے ہیں لیکن اللہ پر ان کا توکل اور یقین نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ کی مدد کے بغیر کہیں سے بھی مدد نہیں آسکتی۔

❁❁❁

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ رضاء الحق: مرکزی ناظم نشرواشاعت وترجمان تنظیم اسلامی پاکستان

2۔ پروفیسر محمد یوسف عرفان: معروف دانشور اور کالم نویس

3۔ مصطفیٰ کمال پاشا: معروف دانشور، کالم نویس اور تجزیہ نگار

میزبان: وسیم احمد: نائب ناظم مرکزی شعبہ نشرواشاعت

گلۂ جفائے وفا نما......

عامرہ احسان
amirapk@gmail.com

ہفتہ بھر میں فرد، خاندان، بستیاں، ممالک، پورا گلوب ایک یکسانیت سے اپنی اپنی ڈگر پر اپنی سرشت کے مطابق رواں دواں ہے۔ اقبال کو ان کے انقلاب انگیز اشعار و افکار سمیت ہم دفن کر کے مقبرے پر پہرہ بٹھا چکے۔ ورنہ وہ صفحہ در صفحہ حالت زار بیان کر چکے۔

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری تو قتیلِ شیوۂ آذری

یعنی نہ مجھ میں اللہ سے ہم کلامی، ملاقات (قرآن فہمی) کی آرزو ہے نہ تجھ میں براہیمی ایمان۔ (بین الاقوامی حالات تو مشرق وسطیٰ میں ہم مسلمانوں ہی پر مرتکز ہیں۔ سو یہ اقبال 'میں' اور 'تو' بانگ درا میں شکوہ کناں ہیں۔) اگر میں یہودی جادوگر (سامری) کا پیرو ہوں، تو، تو بت گر آذر کا متبع ہے۔ یعنی پوری قوم اسلام سے منحرف ہو چکی۔

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری، ہری

یعنی اے مسلمانو! تم نے اسلام کے ساتھ ایسی بے وفائی کی ہے کہ بظاہر وہ وفا ہے لیکن دراصل جفا ہے۔ زبان سے دعویٰ توحید اور عمل دو رنگی اور ضعف کا شکار۔ اگر میں تمہاری منافقت کی داستان کافروں کو سناؤں تو وہ بھی تمہارے طرزِ عمل پر توبہ توبہ کر اٹھیں!

فلسطین پر 3 سال جو بیتی، وہ وارب امت کی کہانی مذکورہ جفائے وفا نما ہی تو ہے۔ ان کی تڑپا دینے والی کہانی نے پورے مغربی عوام کو ہلا، دہلا کر رکھ دیا۔ تو بہ توبہ کر اٹھے۔ طلبہ نے اپنی ڈگریاں، قیمتی مستقبل ضائع کرنے میں دریغ نہ کیا، یونیورسٹیوں کو احتجاج گاہوں میں بدل ڈالا۔ آج بھی طویل سلسلہ امریکی گویے، میکل مور کے فلسطینیوں کے حق میں مضبوط موقف نے مغربی عوام کو ہلا ڈالا۔ اسے نہایت نفع بخش پروگراموں کے ٹور سے اسی بنا پر نکال دیا مگر اس کی تقاریر گونجتی، ضمیر جھنجھوڑتی رہیں۔ جس پر 4 مزید گویے ٹور چھوڑ کر نکل آئے۔ اس نے خود 6 فلسطینی مددگار تنظیموں کو ایک ملین ڈالر عطیہ مدد کو دیا۔ پے در پے دیگر نے بھی بھاری عطیے دیے۔ حتیٰ کہ ساتھ چھوڑنے والے ساتھی اور نکالنے والے کٹر اسرائیل نواز کرافٹ کو بھی (2 ملین ڈالر) عطیہ شرمندہ ہو کر دینا پڑ گیا۔ میکل مور نے تقاریر میں اہل غزہ و مغربی کنارے کی تکلیف دہ منظر کشی کی۔ کولمبیا یونیورسٹی کے طلبہ کو 'ہند ہال' (فلسطینی شہید بچی کے نام پر) بنانے اور تعلیمی، مالی قربانیاں دینے پر خراج تحسین پیش کیا۔ اور کہا کہ 'اصل ضرورت سیاسی تبدیلی کی ہے۔' ایک گونیا بھی جانتا ہے کہ 'ھو الحل' ۔حل دنیا میں سیاسی تبدیلی ہے اسی لیے تو مغرب سیاسی اسلام سے خوفزدہ ہے، ایسے نوجوانوں، تنظیموں کو حوالۂ زنداں کرتا ہے۔ اپنے ہی عوام کو فلسطین کے حقوق پر بلند آہنگ مظاہروں پر سزائیں دیں، نوکریوں سے نکالا۔ فرانسسکا البانیز، فلسطینی علاقہ جات کی ماہر، یو این ترجمان کی شامت لے آیا۔ افغانستان کی جان کو آ گیا کیونکہ وہ اسلامی حکومت بنا بیٹھا۔ تکبیر کو ٹیرر نعرہ (Terror Chant) قرار دینے کی کوشش کی۔ 'اللہ اکبر' پر ان کا دم نکلتا ہے کیونکہ یہ دہشت دل پر بٹھاتی ہے۔ حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری، کا اعلان عام ہے! فلسطین میں دونوں طرف غزہ، مغربی کنارہ اسرائیلی دہشت گردی جاری ہے۔ ہم مسلمانوں نے گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے کو نام نہاد امن بورڈ بنوا دیا تھا مگر۔ اب تک غزہ میں جنگ بندی کے بعد سے ساڑھے 13 سو شہید کیے جا چکے ہیں۔ مسلسل دربدری اور پھٹے خیموں میں رہتے اب بے شمار مخدوش بلڈنگوں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ جن میں سے ایک گر گئی جس میں کئی خاندان رہ رہے تھے۔ 21 شہید بشمول 6 بچے اور 25 زخمی، 60 لاپتہ ہو گئے ملبے تلے۔ یو این کے مطابق 80 فی صد عمارات تباہ ہو چکیں یا مخدوش حالت میں ہیں۔ حماس پوری دردمندی سے خالی ہاتھوں سے ملبوں میں دبے زخمی نکالتی رہی۔ بھاری مشینری کی اسرائیل اجازت نہیں دیتا۔ بمشکل کہیں ایک آدھ میسر آئی۔ اسرائیلی حملوں سے 61 ملین ٹن ملبہ اور کوڑا کرکٹ بنا ہے۔ جس کی صفائی کو یو این کے مطابق 7 سال درکار ہوں گے۔ اس ماہ فلسطینی سول ڈیفنس نے کہا کہ غزہ کے ایک مقام سے 196 اجساد خاکی بازیاب ہوئے، جن میں 58 بچے اور 23 خواتین ہیں۔ اسی لیے تو غزہ کا انتظام چلاتی حماس کو نشانہ بنا کر اسرائیل ختم کرنے پر کمربستہ ہے تاکہ غزہ حکومتی اعتبار سے مکمل یتیم ہو جائے۔ دنیا میں آواز باقی نہ رہے۔ حقائق نہ کھلیں۔

اسی لیے غزہ وزارت صحت کے ڈائریکٹر جنرل منیر البرش کے جواں سال بیٹے کو 19 ستمبر کو اسرائیلی حملے میں شہید کیا گیا۔ قبل ازاں بیٹی بھی اسی طرح شہید ہو چکی۔ باپ بیٹا خیمے میں اکٹھے بھی تھے۔ بیٹے نے کہا: ''بابا! وہ ہم دونوں کو اکٹھا نشانہ بنائیں گے۔ باپ نے کہا: اچھا ہے ہم دونوں اکٹھے جنت جائیں گے۔ بیٹا جونہی باہر نکلا، اسے ڈرون سے شہید کر دیا گیا۔ یہ ہر دن کی کہانیاں ہیں۔ علاوہ ازیں اسرائیلی وزیر دفاع کاٹز کہہ چکا کہ ہم نے فلسطینیوں کو یہاں سے مکمل نکال پھینکنا ہے صرف جنگ کی تلاش اور امریکی رضامندی چاہیے۔ جنیوا کنونشن کے تحت مقبوضہ مقام سے شہریوں کی جبری بے دخلی جنگی جرم ہے۔ (ہم کشمیر کے لیے یہ نکتہ نوٹ کر لیں۔) انٹرنیشنل کریمنل کورٹ جتن یا ہو اور پچھلے وزیر دفاع کے وارنٹ گرفتاری جنگی جرائم پر جاری کر چکا ہے۔

امریکہ نے اپنے شہریوں کو مشرق وسطیٰ جانے پر متنبہ کیا ہے کہ تنازعہ بڑھ سکتا ہے۔ حوثیوں کے ریاض اور ینبوع میں آرامکو پر حملوں کے تناظر میں۔ یہ تنبیہ امریکی اسرائیلی عزائم کا اظہار بھی ہے۔ لبنان پر اسرائیل حسب سابق حملے کر رہا ہے۔ دنیا میں معیشت کی شہ رگ تیل! دوہری دبوچی گئی ہے۔ پہلے صرف ایران حملہ آور تھا، اب دنیا کو تیل سپلائی کرنے والا اہم ملک سعودی عرب حوثیوں کے حملوں کی زد میں بھی ہے۔ مشرق وسطیٰ میں جنگ کا پھیلاؤ مسلم ممالک (اور باقی دنیا بھی) کی معیشت پر کاری ضرب ہے۔ مسلمانوں پر یہ نیند کے ماتوں کو جگانے کے تھپیڑے ہیں مگر ہم حسب سابق ہیں۔ فلسطینیوں پر قیامت ٹوٹ رہی تھی اور ہم بھی مجرمانہ خاموشی اختیار کیے رہے۔ امریکہ، اسرائیل شہ پا کر اپنے ایجنڈے پورے کرتے چلے جا رہے ہیں۔

یمن پر جنگ نے تیسری مرتبہ مسلم عوام کو بے دخلی پر مجبور کر دیا۔ 20 لاکھ یمنی نکل کر مارب کے صحرا میں خیموں میں جا بسے ہیں۔ دن کی تپش، رات ٹھنڈی، مٹی دھول، ضروریاتِ زندگی حد درجے محدود۔ تیسری مرتبہ کی بے دخلی تکلیف دہ کہانی ہے، دنیا میں آج کے مسلمانوں کا مقدر! خیموں میں بچوں کے سکول۔ اس وقت دنیا میں اہم تجارتی آبی گزرگاہوں کی جنگ ہے، دونوں ایران کے بالواسطہ، بلاواسطہ تابع آ چکی ہیں۔ سعودی 1200 کلومیٹر کی پائپ لائن کا اڑانا عراقی ملیشیا کے ہاتھوں ہو چکا۔ جنگ کا یہ پھیلاؤ ایک طرف یمن میں حوثی، پورا مشرق وسطیٰ، عراق، ایران، لبنان، اسرائیل سب طرف ہے۔ امریکہ سعودی عرب کی مدد کے لیے حوثیوں پر حملے کو تیار نہیں۔ جو سعودی معیشت پر اثر انداز ہے اب۔ سفارت کاری ست پڑ چکی۔

اس دوران پاکستان کے داخلی مسائل عروج پر ہیں۔ ملک کنٹینرستان بنا رہتا ہے۔ مظاہروں پر عوام کمر بستہ ہیں۔ تنگ آمد بجنگ آمد۔ اپنے اخراجات حکومت کنٹرول کرنے میں بقدر اشک بلبل ہی اقدام کرتی ہے۔ سادگی اپنانے، غیر پیداواری اخراجات روکنے، پابندی لگانے کا امکان نہیں۔ ایک بچہ بچانے پر نرس کو ایک کروڑ روپیہ عوام کی جیبوں سے دیا گیا۔ حکمران اپنی چھپنے کو آئی شخصی جیبوں اور ملکوں ملکوں رکھے بینک اکاؤنٹ سے ادا کیوں نہیں کرتی ایسے انعامات؟ جل جانے والے معصوم بچوں کی دیت حکمرانوں کے ذمے ہے۔

جان بلب مہنگائی کے مارے اگر خاتون پنجاب کی خاندانی شادیاں عوام کی نگاہ سے چھپائی جائیں تو کیا بہتر نہیں؟ نظر لگنے کے اندیشے الگ۔ مغلِ اعظم پشوازوں، ہیرے جواہرات کی نمائش اور تذکرے، ماں، بہو، بیٹی کی تصاویر، وڈیوز۔ تقابل میں نالہ لئی کے کچرے بھرے سیلابوں سے بحال ہوتے ناک سڑسڑاتے، برہنہ پا، میلے کچیلے، فاقوں سے پچکے پیٹ لیے ڈوبتے ابھرتے بچے بڑے......؟ ایک طرف 'خوشحال پاکستان' کی جھلک، دوسری طرف غربت کی انتہا، بے روزگاری، کچی آبادیوں میں کیڑے مکوڑوں سی زندگی! نوجوان چوری، ڈاکوں، منشیات کی نظر! موٹر سائیکل پٹرول کو ترستے بمشکل تمام خیراتی پیکج پر سکھ کا سانس اور ٹھنڈی آہیں بھرتے (باقی اخراجات کے مارے)! یہ بے رحمی اور شان بے نیازی زیبا نہیں۔

❁❁❁

پریس ریلیز 25 ستمبر 2026ء

حکومت کے خلاف پُرامن احتجاج کرنا اپوزیشن کا آئینی اور جمہوری حق ہے۔

حکومت اور اپوزیشن دونوں شدت پسندی کی روش چھوڑ کر ملک کی بہتری کے لیے سوچیں۔

عالمی اور علاقائی حالات کے تناظر میں پاکستان کسی سیاسی افراتفری کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

شجاع الدین شیخ

حکومت کے خلاف پُرامن احتجاج کرنا اپوزیشن کا آئینی اور جمہوری حق ہے۔ حکومت اور اپوزیشن دونوں شدت پسندی کی روش چھوڑ کر ملک کی بہتری کے لیے سوچیں۔ عالمی اور علاقائی حالات کے تناظر میں پاکستان کسی سیاسی افراتفری کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ کسی بھی ملک کے استحکام اور سلامتی کے لیے سیاسی افراتفری اور خانہ جنگی زہر قاتل سے کم نہیں ہوتی۔ امیر تنظیم نے کہا کہ آئین پاکستان کے مطابق اپوزیشن کو پُرامن احتجاج کا مکمل حق حاصل ہے۔ تاہم حکومت کی جانب سے پی ٹی آئی کے کارکنان کی ملک بھر میں پکڑ دھکڑ، رینجرز کی تعیناتی اور اُنہیں 'تمام ضروری اقدامات' کا اختیار دینا اور اسلام آباد کو کنٹینرز رکھ کر بند کر دینا نہ صرف جبر کی فضا کو بڑھا رہا ہے بلکہ اس کے انتہائی خوفناک نتائج بھی سامنے آ سکتے ہیں۔ دوسری طرف پی ٹی آئی کی خیبر پختونخوا حکومت کا صوبائی پولیس کے ذریعے وفاقی دارالحکومت پر دھاوا بولنے کا عندیہ دینا ریاستی اداروں کے ٹکراؤ کا باعث بنے گا، جس کا فائدہ ملک دشمنوں کے سوا کسی کو نہ ہوگا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ سیاسی اختلافات کو نفرتوں میں بدل کر اسے حق و باطل کا معرکہ قرار دینا انتہا درجہ کی شدت پسندی ہے، جس سے پاکستان کی سلامتی خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔ عالمی حالات کے تناظر میں جب کہ دشمن چاروں طرف سے پاکستان کو کمزور کرنا چاہتا ہے، حکومت اور اپوزیشن دونوں ملک پر رحم کریں۔ حکومت کو بھی چاہیے کہ اپنی انا اور ضد کو چھوڑ کر مذاکرات کے راستے کو اختیار کرے۔ تمام اسٹیک ہولڈرز مل کر ملک کی بہتری کے لیے اقدامات اُٹھائیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

چراغِ علم و تربیت اور جماعت اسلامی کے سینئر رہنما حافظ محمد ادریس انتقال کر گئے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

حافظ محمد ادریس کی شخصیت کثیر الجہات تھی۔ وہ ایک با اصول سیاست دان، ناظم اعلیٰ، شفیق استاد اور بہترین مصنف تھے۔ انہوں نے نہ صرف قرآن، حدیث اور سیرتِ طیبہ جیسے اہم موضوعات پر درجنوں کتب تصنیف کیں بلکہ اپنے فکری خطبات کے ذریعے لاکھوں نوجوانوں کے اخلاق و کردار کو سنوارا۔ حافظ صاحب نے اپنی زندگی اقامتِ دین، اسلامی تحریک اور اُمت کی رہنمائی کے لیے وقف کیے رکھی۔ اللہ تعالیٰ حافظ محمد ادریس کی مغفرت فرمائے۔ ان کی دینی و تحریکی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے۔ ان کے تمام لواحقین اور جماعتِ اسلامی کے رفقاء کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

بیت اللہ چیریٹیبل فاؤنڈیشن

قائم شدہ 2025

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارش اور وضو کے پانی کا مؤثر استعمال: مسجد عائشہ صدیقہؓ کا مثالی منصوبہ

پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ سورۃ الانبیاء 21:30 الحمد للہ! آپ کی فاؤنڈیشن کی **جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ، سمارٹ ٹاؤن لاہور** میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش کے پانی اور وضو کے استعمال شدہ پانی کو محفوظ کر کے ریچارج ویل (Recharge Well) کے ذریعے دوبارہ زمین میں پہنچانے کا کامیاب نظام اکتوبر 2022 سے چل رہا ہے۔ یہ ایک ماحول دوست اور پانی کے تحفظ کا عملی منصوبہ ہے، جس سے پانی ضائع ہونے کے بجائے زیر زمین ذخائر میں واپس چلا جاتا ہے۔

بارش کے پانی کی بچت

مسجد کا رقبہ 10 مرلہ/250 مربع گز ہے اور چھت کا رقبہ تقریباً 253 مربع میٹر ہے لاہور میں سالانہ اوسطاً بارش تقریباً 700 ملی میٹر ہوتی ہے بارش ہونے کی صورت میں مسجد عائشہ کی چھت پر سالانہ تقریباً 177,000 لیٹر بارش کا پانی گرتا ہے۔ فلٹریشن اور معمولی ضیاع کے بعد تقریباً 165,000 لیٹر پانی محفوظ کر کے زمین میں واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

وضو کے پانی کی بچت

وضو سے استعمال شدہ پانی (ماء مستعمل) ہے نجس نہیں ہے۔ مسجد عائشہ میں روزانہ اوسطاً 150 نمازی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ اگر ایک نمازی اوسطاً 3 لیٹر پانی استعمال کرے تو سالانہ 164,250 لیٹر بنتا ہے۔ یہ تمام پانی ضائع کرنے کے بجائے مناسب صفائی و فلٹریشن کے بعد ریچارج ویل کے ذریعے زمین میں واپس پہنچایا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر تقریباً ***ساڑھے تین لاکھ لیٹر*** پانی ہر سال زیرِ زمین واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

فکرِ آخرت، پانی کی نعمت اور ہماری ذمہ داری

اللہ رب العزت سورہ مریم آیت نمبر 95 میں فرماتے ہیں وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔ دنیا میں ہم پر رب کی بے شمار نعمتیں ہیں یوم حساب رب کی نعمتوں کا حساب دینا پڑے گا انہی میں سے ایک بہت بڑی نعمت پانی بھی ہمارے پاس رب کی امانت ہے اس کا بھی حساب ہمیں اپنے اللہ کو دینا ہے۔ پاکستان کی پہلی اقتصادی مردم شماری 2023 کے مطابق پاکستان میں تقریباً 6 لاکھ (600,000) مساجد موجود ہیں۔ اگر پاکستان کی 10 مرلہ/250 مربع گز کے سائز کی صرف 10,000 مساجد ایسا نظام اختیار کر لیں تو ہر سال تقریباً ***ساڑھے تین ارب لیٹر*** سے زائد پانی زمین میں واپس پہنچایا جا سکتا ہے۔ اگر دینی مدارس، اسکول و کالج، یونیورسٹیوں، تجارتی مراکز، شاپنگ مالز، فیکٹریوں، نجی و سرکاری عمارتوں، اور گھروں میں بھی یہ نظام رائج ہو جائے تو پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے ممکنہ طور پر اور مستقبل کے پانی کے بحران سے بچا جا سکتا ہے۔ **آیئے ہم سے ہر شخص کم از کم ایک مسجد میں اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش اور ارادہ کرے۔**

پانی بچایئے، زمین کو زندہ رکھیئے، اور آنے والی نسلوں کا مستقبل محفوظ بنایئے

اہم بات اس منصوبے میں تکنیکی رہنمائی حاصل کرنے کے لیئے ہم سے بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں

اس فاؤنڈیشن کا قیام کمپنیز ایکٹ 2017 سیکشن 42 کے تحت غیر منافع بخش منظور شدہ ادارہ عمل میں لایا گیا ہے لائسنس نمبر 0299500

پنجاب چیریٹی کمیشن گورنمنٹ آف پنجاب سے منظور شدہ ادارہ رجسٹریشن نمبر PB848541301934400 نیشنل انکم ٹیکس نمبر G 988546

مرکزی دفتر جامع مسجد عائشہؓ سمارٹ ٹاؤن، نزد ای 5 بلاک، انجینئرز ٹاؤن، سیکٹر اے، ڈیفنس روڈ لاہور

baitullah.foundation11@gmail.com | 0317 4630894

مطالعہ کے رجحان میں کمی، چند وجوہات اور تجاویز

ڈاکٹر امتیاز احمد
نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان

گزشتہ چند سالوں سے، بالخصوص جب سے سوشل میڈیا کا غلغلہ ہوا ہے، مطالعہ کے رجحان میں تدریجاً نمایاں کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اپنی مطالعاتی ضرورت سوشل میڈیا کے ذریعے پورا کرتی ہے اور اسی پر مطمئن بھی ہے۔ ایک طرف کتاب کی اہمیت اور فوائد مسلم ہیں جب کہ دوسری جانب سوشل میڈیا کا اپنا ایک فسوں ہے جس میں بچے، جوان اور بوڑھے بھی جکڑے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں صورت حال کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اس کی روشنی میں چند حقائق کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مزید براں بہتری کے لیے چند تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔

(1) مطالعہ کی اہمیت اور فوائد:

اسلام نے علم حاصل کرنے اور غور و فکر کی بہت ترغیب دی ہے۔ قرآن کریم کی پہلی وحی ہی اِقْرَاْ (پڑھو) سے شروع ہوئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں علم اور مطالعہ کی کتنی بڑی اہمیت ہے۔ قرآن میں اہل جہنم کی زبان سے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (الملک) ”کاش ہم نے سنا ہوتا اور عقل سے کام لیا ہوتا تو ہم اہل جہنم میں سے نہ ہوتے۔“

جو قومیں مطالعے کو اپنا معمول بناتی ہیں۔ وہی علم تحقیق اور ترقی میں آگے بڑھتی ہیں۔ مطالعہ انسان کی شخصیت کو نکھارتا، علم میں اضافہ کرتا اور سوچ کو وسعت دیتا ہے۔ باقاعدگی سے مطالعہ کرنے والے شخص کے علم فہم اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مطالعہ انسان کو دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیتا ہے اور وقت کا بہترین استعمال بھی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے: ”جو شخص علم کے بغیر عمل کرے، وہ جتنی اصلاح کرتا ہے اس سے زیادہ فساد کرتا ہے۔“

(2) مطالعہ کی عادت کیسے پیدا کی جائے:

مطالعے کی عادت ایک دو دن میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ چھوٹے چھوٹے مستقل اقدامات سے پیدا ہوتی ہے۔ چند آزمودہ طریقے درج ذیل ہیں:۔

(i):۔ روزانہ صرف 10۔15 منٹ سے آغاز کریں۔ پھر بتدریج مطالعے کے دورانیہ کو بڑھائیں

(ii):۔ مطالعہ کا ایک مقررہ وقت طے کریں تاکہ عادت مضبوط ہو۔

(iii):۔ دلچسپی کی کتابوں سے آغاز کریں۔ اگر ابتدا ہی مشکل کتابوں سے کریں گے تو جلد اکتا جائیں گے۔

(iv):۔ دوران مطالعہ نوٹس بنائیں۔ اہم باتیں لکھنے یا نشان لگانے سے یادداشت بہتر ہوتی ہے۔

(v):۔ جو پڑھیں کسی دوست یا گھر والوں سے اس کا خلاصہ بیان کریں۔

(vi):۔ مطالعہ کے شوقین لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔ عادتیں صحبت سے منتقل ہوتی ہیں۔

(vii):۔ علم نافع اور مطالعہ کی توفیق بھی اللہ کی نعمت ہے۔ یہ نعمت دعاؤں میں اللہ سے مانگتے رہیں۔

(3) سوشل میڈیا/ٹی وی کے نقصانات:

مضمون کے آغاز میں یہ بات آئی تھی کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اپنی مطالعاتی ضرورت سوشل میڈیا کے ذریعے پورا کرتی ہے اور اسی پر مطمئن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام الیکٹرانک مصنوعات کے بہت سے فوائد ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض کے نقصانات کی فہرست ان کے فوائد سے کہیں زیادہ ہے۔ PTA اور اسپاک (انٹرنیٹ سروس پرووائیڈرز ایسوی ایشن آف پاکستان) کے تعاون پر مبنی حالیہ ڈیٹا کے مطابق پاکستان میں اس وقت مجموعی طور پر براڈ بینڈ انٹرنیٹ صارفین کی تعداد 16 کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ جن میں سے بیشتر لوگوں کا پسندیدہ مشغلہ جنسی پیغامات اور فحش ویب سائٹس دیکھنا ہے۔

ٹی وی اور کمپیوٹر کے چند مزید طبی نقصانات درج ذیل ہیں:

(i) موٹاپا: امریکن اکیڈمی آف پیڈیاٹرکس نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بچوں اور نوجوانوں میں موٹاپے کی ایک وجہ ٹی وی دیکھنا ہے۔

(ii) ذیابیطس (diabetes): پوری دنیا میں ذیابیطس کا مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ایک میڈیکل تحقیق کی رپورٹ کے مطابق ذیابیطس کی بڑھتی ہوئی شرح کی ایک اہم وجہ بڑھتا ہوا وزن اور اس کی وجہ ہر وقت ٹی وی اور کمپیوٹر سکرین کے سامنے بیٹھے رہنا ہے۔

(iii) نیند کی خرابیاں: TV/موبائل زیادہ دیکھنے سے بے خوابی اور نیند کے اوقات میں بے ترتیبی جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

(iv) کمر درد: بچے جتنا زیادہ ٹی وی دیکھتے ہیں، ان کا نچلی کمر کے درد کا خطرہ اتنا زیادہ ہوتا ہے۔

علم مشق سے حاصل ہوتا ہے، ٹی وی یا کمپیوٹر سے نہیں:

علم کی یہ خاصیت ہے کہ یہ انسان سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ کام مشینیں کرنے سے قاصر ہیں۔ مشینوں سے معلومات حاصل ہوتی ہیں علم نہیں۔ امام مالکؒ نے فرمایا تھا: (لَيْسَ الْعِلْمُ كَثْرَةَ الرِّوَايَاتِ وَلٰكِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ قَذَفَهُ اللّٰهُ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ) ”علم صرف معلومات کی کثرت نہیں بلکہ علم ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ڈالتا ہے۔“

(4) مطالعہ کی اہمیت کے حوالے سے چند مشاہیر کے اقوال و احوال

(i):۔ امام غزالیؒ کو کتابوں سے اتنی محبت تھی کہ موت کے وقت صحیح بخاری ان کے سینے پر رکھی ہوئی تھی۔

(ii):۔ اس طرح عصر حاضر کے محدث شیخ ناصر الدین البانی کے مطالعہ کے کمرے میں چاروں طرف کتب احادیث بکھری پڑی ہوتیں۔

(iii):۔ امام نوویؒ کا بچپن میں یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ ان کے ہم عمر بچے انہیں اپنے ساتھ کھیل کے لیے زبردستی بلا رہے تھے اور امام صاحب ہاتھ میں کتاب پکڑے ان بچوں سے جان چھڑانے کے لیے بار بار کہہ رہے تھے: (مَا خُلِقْتُ لِهٰذَا) ”مجھے اللہ نے اس کام (کھیل کود) کے لیے پیدا نہیں کیا۔“

(iv):۔ حدیث کے امام مسلمؒ ایک مرتبہ اپنی کتابیں پڑھنے میں اتنے غرق تھے کہ انہوں نے کھجوروں کا پورا ٹوکرہ کھا لیا جس سے ان کی موت واقع ہوگئی۔

(v):۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فرمایا: ”میں کتابوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر میرا بس چلے تو میں اپنی قبر میں بھی اینٹوں کی جگہ کتابیں چنوا دوں۔“

(vi):۔ عصر حاضر کے محقق ڈاکٹر حمید اللہ کے گھر میں یہ عالم تھا کہ فرانس میں ان کی قیام گاہ میں نہ صرف ڈرائنگ روم اور بیڈ روم بلکہ کچن میں بھی ہر طرف کتابیں کھلی پڑی ہوتی تھیں۔

(vii):۔ امریکی محقق خاتون میری ون (Marie Winn) کہتی ہیں: ”مطالعہ انسان پر حاوی ہو جاتا ہے لیکن اسے بیچارا نہیں کرتا یا انسانی ذمہ داریوں سے دور نہیں بھگاتا۔ کتابیں انسان کے کنٹرول میں ہوتی ہیں۔ جبکہ TV یا کمپیوٹر انسان کو کنٹرول کرتا ہے۔

(viii) ایک مغربی ماہر تعلیم نے والدین کو درج ذیل نصیحت کی:

"مستقبل کے کتابیں پڑھنے والے بچوں کو ان کے ماں باپ تیار کرتے ہیں جو ان بچوں کو ان کے ایام طفولیت میں کتابیں پڑھ کر سناتے ہیں دن کے خاموش اوقات میں اور رات کو بچوں کے بستر کے سرہانے بیٹھ کر۔ تب ہی کتاب بچوں کی زندگی کا حصہ بنتی ہے۔

(5) حاصل کلام یہ ہے کہ ٹی وی اور سوشل میڈیا کا استعمال بتدریج کم اور مطالعہ کتب کے رجحان میں اضافہ کا طرز عمل شعوری طور پر اختیار کیا جائے یہ بات اصول کے طور پر پلے باندھ لینی چاہیے کہ بالخصوص قرآن کے ساتھ تعلق کو مضبوط بنایا جائے ہمارے مسائل کا حل قرآن میں موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام:38)

"ہم نے اس کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

بالخصوص نوجوانوں کو اپنے دوستوں کے انتخاب میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں تنبیہ فرمائی ہے۔ ((اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ، فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ)) (ترمذی، ابوداود)

"انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسے شخص کو دوست بنا رہا ہے۔"

درج بالا اصولوں اور تجاویز کی روشنی میں اگر مطالعہ کی عادت مضبوط ہوگئی تو آپ دیکھیں گے کہ بہت سی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں جن کا تعلق مطالعے سے ہے، پوری کرنا آپ کے لیے کس قدر آسان ہوگیا ہے۔ ۞

ضرورت رشتہ

☆ عارف والا میں رہائش پذیر آرائیں فیملی سے تعلق، رفیق تنظیم، عمر 36 سال، ذاتی کاروبار، اہلیہ کا انتقال ہو چکا ہے، 4 بچے ہیں، کے لیے کنواری، بیوہ، یا مطلقہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-7457022

☆ انجینئرز ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر جٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ڈی فارم، آن لائن جاب، قد "6 .'5 کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0320-0819621

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

غلبۂ اقامت دین کی جدوجہد کا نقیب و خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

شمارہ اکتوبر 2026ء — جمادی الاولیٰ ۱۴۴۸ھ

مشمولات

☆ عرضِ احوال: اقوام متحدہ کے بعد کیا؟ — رضاء الحق
☆ ابو علی سیریز: حقیقتِ نفاق — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ درسِ قرآن: سُوْرَةُ الْبَقَرَة (۱۴) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ عبرت و معرفت: روح کا سفر اور حالات برزخ — شجاع الدین شیخ
☆ عروج و زوال: مشرق وسطیٰ کی چپقلش جنگ اور ہمارے مسائل — ایوب بیگ مرزا
☆ تاریخ امت مسلمہ: میثاقِ مکہ سے میثاقِ اُمت تک — ڈاکٹر ضمیر اختر خان
☆ دعوت و تحریک: احیائی تحریکیں اور قیادت کا امتحان — ڈاکٹر فواد لودہانی
☆ حسنِ معاشرت: حُسنِ اَخلاق کے ثمرات — احمد علی محمودی
☆ تذکیر و موعظت: ندامت کے آنسو: خطاکار کا قیمتی سرمایہ — حافظ محمد اسد
☆ دعوتِ فکر: بچے: اقتدار سے زیادہ اہم! — خالد نجیب خان
☆ تہذیب و ثقافت: قدیم انگلینڈ میں بیویوں کی خرید و فروخت — رضی الدین سید

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 60 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (عمومی): 600 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور: K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، (042)35869501-3
maktaba@tanzeem.org | 0301-1115346

گوشہ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

ضمیمہ (III) (گزشتہ سے پیوستہ)

ایں خیال است و محال است و جنوں!

9 ذوالحج 10 ہجری کے خطبہ حجۃ الوداع میں بیان کردہ دو امور ایسے ہیں جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے التزام اور اہمیت کے اعتبار سے تقریباً ایک جیسا اسلوب بیان اختیار فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک معاملہ دورِ جاہلیت کے مقدمہ ہائے قتل و قصاص کا ہے جبکہ دوسرا معاملہ سود (ربا) اور سودی قرضوں کا ہے۔ چنانچہ ان دو امور کے معاملے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا۔ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ، وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَكَانَ مُسْتَرْضِعًا فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ، وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ، وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ)) (اخرجه مطولا مسلم ۱۲۱۸، وابوداود ۱۹۰۵، وابن ماجه ۳۰۷۴، والدارمی ۱۸۵۰)

"تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور اس شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی، جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنوسعد میں دودھ پی رہا تھا کہ (ان ہی ایام میں) قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔ اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے۔" (جاری ہے)

بحوالہ: "انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال" از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1609 دن گزر چکے!

پاکستان اپنا عالمی کردار برقرار رکھے!

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

دنیا کی سیاست میں بعض لمحے ایسے آتے ہیں جب کسی ملک کے لیے تاریخ اچانک ایک دروازہ کھول دیتی ہے۔ ایسے لمحے ہمیشہ طویل عرصے تک کھلے نہیں رہتے؛ جو قومیں انہیں پہچان لیتی ہیں وہ اپنی حیثیت بدل لیتی ہیں اور جو قومیں داخلی الجھنوں، وقتی مصلحتوں یا باہمی اختلافات میں الجھ کر انہیں گنوا دیتی ہیں، تاریخ انہیں دوبارہ وہی موقع دینے کی پابند نہیں ہوتی۔ پاکستان اس وقت ایسے ہی ایک تاریخی موڑ پر کھڑا ہے۔ حالیہ مہینوں میں مغربی ایشیا کے بحران کے دوران پاکستان نے جس فعال سفارتی کردار کا مظاہرہ کیا، اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام آباد محض کسی بڑے عالمی بحران کا تماشائی نہیں، بلکہ بعض حالات میں فریقین کے درمیان رابطے، مفاہمت اور مذاکرات کی راہ ہموار کرنے والا اہم مرکز بھی بن سکتا ہے۔ امریکا اور ایران کے درمیان کشیدگی کے تناظر میں پاکستان کی سفارتی سرگرمی نے اسے عالمی توجہ کا مرکز بنایا۔

سوال اب یہ نہیں کہ پاکستان یہ کردار ادا کر سکتا ہے یا نہیں؛ اصل سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان اس حاصل شدہ سفارتی وزن کو مستقل عالمی کردار میں تبدیل کر سکے گا؟ اور اس سوال کے پیچھے اس سے بھی بڑا سوال موجود ہے: پاکستان آخر بنا ہی کیوں تھا؟ پاکستان مسلم دنیا کا محض ایک اور ملک نہیں۔ یہ دنیا کی واحد ریاست ہے جو اپنی تخلیق کے بنیادی سیاسی جواز کے طور پر برعظیم کے مسلمانوں کے جداگانہ دینی، تہذیبی اور سیاسی تشخص کے تصور کے ساتھ وجود میں آئی۔ اس لیے پاکستان کا عالمِ اسلام سے تعلق محض خارجہ پالیسی کا معاملہ نہیں؛ اس کے وجود کے فکری پس منظر میں ہی مسلم دنیا کے ساتھ ایک وسیع تر تعلق کا تصور موجود ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح ؒ نے 12 اپریل 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے بارے میں کہا تھا کہ یہ ایسا ملک ہوگا جو پورے عالمِ اسلام کی تقدیر میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گا۔ یہ محض ایک تاریخی جملہ نہیں؛ یہ پاکستان کے عالمی کردار کے لیے ایک سمت نما اصول ہے۔

پاکستان نے ایک موقع پیدا کیا ہے اور حالیہ سفارتی پیش رفت کو اسی وسیع تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان نے امریکا اور ایران کے درمیان مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے میں سہولت کاری کی، رابطوں کے لیے اپنی سفارتی استعداد استعمال کی اور ایک ایسے ماحول کی تشکیل میں کردار ادا کیا جس میں براہِ راست یا بالواسطہ مذاکرات ممکن ہو سکیں۔ جون 2026ء میں برجن اسٹاک کے مذاکراتی عمل میں بھی پاکستان نے Facilitator کا کردار جاری رکھا۔ یہاں اصل اہمیت کسی ایک معاہدے یا کسی ایک مذاکراتی دور کی نہیں۔ اصل اہمیت اس اعتماد کی ہے جو پاکستان نے حاصل کیا۔ ایک ایسا ملک جو بیک وقت چین، امریکا، ایران، سعودی عرب، ترکیہ، خلیجی ممالک اور وسطی ایشیا سے تعلقات رکھتا ہے، اگر اپنی خارجہ پالیسی کو متوازن، فعال اور اصولی انداز میں آگے بڑھائے تو وہ صرف اپنے قومی مفادات کا محافظ نہیں رہتا؛ وہ مختلف متحارب قوتوں کے درمیان پل بھی بن سکتا ہے۔ یہی وہ کردار ہے جسے پاکستان کو اب ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے۔

سفارت کاری کا یہ دروازہ بند نہیں ہونا چاہیے: پاکستان کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سفارتی اثر و رسوخ ایک بار حاصل ہو جانے کے بعد خود بخود مستقل نہیں رہتا۔ اگر پاکستان نے ایک بحران میں امریکا اور ایران کے درمیان رابطے کا کردار ادا کیا ہے تو اسے مستقبل میں بھی تنازعات کے حل کے لیے اپنی خدمات پیش کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔ اگر پاکستان سعودی عرب اور ترکیہ کے ساتھ ایک نئے دفاعی و تزویراتی تعاون میں آگے بڑھا ہے تو اس تعاون کو وسیع تر علاقائی امن اور مسلم دنیا کے باہمی تعاون کی طرف لے جانے کے امکانات پر بھی غور ہونا چاہیے۔ اگر دنیا پاکستان کو ایک ایسے ملک کے طور پر دیکھنے لگی ہے جو مختلف متحارب فریقوں سے بات کر سکتا ہے تو اس سفارتی سرمائے کو نہ صرف محفوظ رکھنا ہوگا بلکہ بڑھانا بھی ہوگا۔ ہمیں ہر بحران میں فریق بننے سے زیادہ، پل بننے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوگی۔

یہاں ایک بنیادی بات واضح رہنی چاہیے کہ مسلم دنیا کی قیادت کا مطلب یہ نہیں کہ پاکستان دوسرے مسلم ممالک پر اپنی سیاسی بالادستی قائم کرے یا ان کے قومی مفادات کو اپنے تابع بنانے کی کوشش کرے۔ آج کے دور میں قیادت کا زیادہ موثر مفہوم خدمت، سہولت کاری، اعتماد سازی اور ادارہ سازی ہے۔ پاکستان کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ ’’ہم مسلم دنیا کے قائد ہیں۔‘‘ بلکہ اسے عملی طور پر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ’’ہم مسلم دنیا کے اختلافات میں پل بننے، مشترکہ مفادات کو آگے بڑھانے اور امت کے اجتماعی مسائل کے حل کے لیے اپنی صلاحیتیں پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔‘‘ یہی طرزِ قیادت زیادہ قابلِ قبول بھی ہوگا اور زیادہ پائیدار بھی۔ ان شاء اللہ!

آج مسلم دنیا تقریباً 57 ممالک پر مشتمل ہے۔ ان کے سیاسی نظام مختلف ہیں، معاشی ترجیحات مختلف ہیں، جغرافیائی مفادات مختلف ہیں اور بعض اوقات ایک دوسرے سے شدید اختلافات بھی موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان ایک وسیع مشترکہ دائرہ موجود ہے یعنی دین، تاریخ، تہذیب، ثقافت، معاشی مفادات۔ اور سب سے بڑھ کر مشترکہ امن و سلامتی کی ضرورت۔ اس لیے مسلم دنیا کو کسی ایک مرکزی سیاسی ریاست میں تبدیل کرنے کی بحث سے پہلے مشترکہ مفادات کے ایک عملی نظام پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ’’میثاقِ امت‘‘ کا تصور معنی خیز ہو سکتا ہے۔ میثاقِ امت کا مطلب کوئی نئی ریاست یا سپرنیچرل حکومت نہیں، بلکہ مسلم ممالک کے درمیان ایسے Institutional mechanisms کی تشکیل ہو سکتی ہے جن کے ذریعے وہ تنازعات کی روک تھام اور حل؛ مشترکہ سفارتی اقدامات؛ معاشی و تجارتی تعاون؛ دفاعی و سلامتی کے معاملات میں مشاورت؛ تعلیم و تحقیق؛ سائنس و ٹیکنالوجی؛ صحت اور انسانی امداد اور

خوراک جیسے شعبوں میں عملی تعاون بڑھا سکیں۔

اگر پاکستان واقعی اپنا عالمی کردار برقرار رکھنا چاہتا ہے تو اسے محض عالمی بحرانوں کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ از خود آگے بڑھتے ہوئے سب سے پہلے مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ، سابق سفارت کاروں، دفاعی ماہرین، معاشی ماہرین اور دانش وروں پر مشتمل ایک مستقل فورم قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد مسلم ممالک کے درمیان Conflict Prevention and Mediation Mechanism تشکیل دینے کی تجویز پیش کی جا سکتی ہے، تاکہ کسی بحران کے پھٹ پڑنے کے بعد بیرونی طاقتوں کی طرف دیکھنے کے بجائے مسلم ممالک کے پاس اپنا ابتدائی Mediation Mechanism موجود ہو۔ اسی طرح تجارت، سرمایہ کاری، توانائی، بندرگاہوں، ریل، سڑکوں، ڈیجیٹل connectivity اور food security کے مشترکہ منصوبوں کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اور پھر نوجوان نسل کے لیے ایک Muslim World Knowledge Network تشکیل دیا جا سکتا ہے، جس میں یونیورسٹیز ریسرچ سینٹرز اسکالرشپس مصنوعی ذہانت جیسے شعبوں میں مشترکہ منصوبے شروع کیے جائیں۔ اس طرح ''امت'' کا تصور صرف تقریروں میں نہیں بلکہ اداروں، معیشت، علم، سفارت کاری اور انسانی تعاون میں نظر آنا شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ!

یہاں 7 اگست 2026ء کو مکہ مکرمہ میں پاکستان، سعودی عرب اور ترکیہ کے درمیان ہونے والا مشترکہ دفاعی معاہدہ ایک اہم پس منظر فراہم کرتا ہے۔ اسے صرف تین ممالک کے دفاعی تعاون تک محدود دیکھنے کے بجائے اس سوال کے تناظر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ کیا مسلم ممالک اپنے باہمی اختلافات کے باوجود مشترکہ مفادات کے محدود مگر قابل عمل دائروں میں تعاون کا آغاز کر سکتے ہیں؟ اگر تین ممالک دفاع، امن اور تزویراتی مشاورت کے کسی فریم ورک پر آگے بڑھ سکتے ہیں تو مستقبل میں اسی طرز کے تعاون کو دوسرے شعبوں تک پھیلانے کی گنجائش پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک اصول بنیادی ہوگا کہ ''توسیع تدریجی ہو، ادارہ جاتی ہو اور رضاکارانہ ہو۔'' مسلم دنیا کو ایک ہی دن میں متحد کرنے کی کوشش شاید عملی نہ ہو، لیکن مشترکہ مفادات کے ذریعے بتدریج قریب لانے کا عمل شروع کیا جا سکتا ہے۔ یہی میثاق مکہ سے میثاق امت تک سفر ہو سکتا ہے۔

ایک ملک جو اپنے سیاسی اختلافات، معاشی مشکلات، حکمرانی کے مسائل، ادارہ جاتی عدم تسلسل اور داخلی انتشار پر قابو نہ پا سکے، وہ طویل مدت تک عالمی سطح پر مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے پاکستان کی خارجی طاقت کا پہلا سرچشمہ اس کی داخلی مضبوطی ہے۔ مضبوط معیشت، مستحکم ادارے، قانون کی بالادستی، سیاسی تسلسل، معیاری تعلیم اور قومی یکجہتی یہ سب پاکستان کی سفارتی طاقت کے اجزا ہیں۔ پاکستان کو دنیا سے یہ کہنا ہوگا کہ ہم امن کے داعی ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں اپنے گھر کو بھی مضبوط بنانا ہوگا۔ ہمارے نزدیک تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کے عادلانہ نظام کو اختیار کرنے میں ہے۔ مگر ہمارے ''ارباب حل وعقد'' فی الحال ہماری بات نہیں مان رہے ہیں۔ اس لیے ہم بھی فی الحال دنیوی حل ہی پیش کر رہے ہیں۔

پاکستان کا جغرافیہ اسے ایک منفرد موقع فراہم کرتا ہے۔ ایک طرف چین اور وسطی ایشیا، دوسری طرف ایران اور خلیج، ایک جانب جنوبی ایشیا اور دوسری طرف مغربی ایشیا۔ پاکستان ان تمام خطوں کے درمیان ایک قدرتی رابطہ ہے۔ لہٰذا ہماری خارجہ پالیسی کا بنیادی تصور Alignment سے زیادہ Connectivity ہونا چاہیے۔ ہمیں دنیا کو تقسیم کرنے والی صفوں میں اپنی جگہ تلاش کرنے کے بجائے مختلف صفوں کے درمیان رابطے کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ چین سے دوستی ہو، امریکا سے تعلق ہو، ایران سے ہمسائیگی ہو، سعودی عرب سے برادرانہ رشتہ ہو، ترکیہ سے تاریخی قربت ہو یا وسطی ایشیا سے معاشی امکانات پاکستان کے لیے کسی ایک تعلق کو دوسرے تعلق کی قیمت پر دیکھنا ضروری نہیں۔ پاکستان کی اصل سفارتی طاقت شاید یہی ہے کہ وہ مختلف دنیاؤں کے درمیان پل بن سکتا ہے۔

حالیہ سفارت کاری سے پاکستان نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب سیاسی قیادت، ریاستی ادارے اور سفارتی مشینری ایک واضح مقصد کے ساتھ متحرک ہوں تو پاکستان عالمی سطح پر اپنا وزن محسوس کرا سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تجربے کو شخصیات یا وقتی حالات کے ساتھ وابستہ رکھنے کے بجائے ریاستی پالیسی کا حصہ بنایا جائے۔ ایک مستقل قومی سفارتی حکمت عملی ہو۔ ایک مستقل مسلم ورلڈ انگیجمنٹ پالیسی ہو۔ ایک ادارہ جاتی مصالحتی نظام ہو۔ اور مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات کو محض دوطرفہ سفارت کاری کے بجائے مسلم ممالک کا اجتماعی تعاون کے وسیع تر تصور سے جوڑا جائے۔ پاکستان کو اپنے عالمی کردار کا تعین دوسروں کی طرف سے دی گئی جگہ کے مطابق نہیں، بلکہ اپنی تاریخی، جغرافیائی اور تہذیبی صلاحیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے خود کرنا ہوگا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں ''میثاق مکہ سے میثاق امت'' کا تصور اپنی حقیقی معنویت اختیار کرتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں تین مسلم ممالک کے درمیان تعاون سے آغاز ہو سکتا ہے۔ اسلام آباد اس تعاون کو فکری اور سفارتی سطح پر آگے بڑھانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ پھر ریاض، انقرہ، تہران، دوحہ، جکارتہ، کوالالمپور، قاہرہ اور دیگر مسلم دارالحکومتوں کے دروازے کھٹکھٹائے جا سکتے ہیں۔ ایک کانفرنس، پھر ایک مکالماتی فورم، پھر مشترکہ ورکنگ گروپس، پھر مخصوص شعبوں میں معاہدے، پھر مشترکہ ادارے اور بالآخر ایک ایسا میثاق امت جس میں مسلم دنیا ایک دوسرے پر غلبے کے لیے نہیں بلکہ امن، عدل، تعاون اور مشترکہ مفادات کے تحفظ کے لیے متحد ہو۔ اسی سے ''ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے'' علامہ اقبال کی آرزو پوری ہوگی۔ ان شاء اللہ!

یہ سفر آج سے شروع ہو سکتا ہے۔ مکہ سے اسلام آباد تک اور پھر اسلام آباد سے عالم اسلام تک اور بالآخر اسلام آباد سے میثاق امت تک۔ یہ کسی خواب کو محض نعرہ بنانے کا نام نہیں؛ یہ ایک تدریجی سفارتی، سیاسی، معاشی اور فکری منصوبہ ہو سکتا ہے۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ پاکستان اپنی سفارتی کامیابی کو ایک مستقل عالمی کردار میں تبدیل کرے، اپنی تاریخی ذمہ داری کو جدید سفارت کاری کی زبان دے اور مسلم دنیا کے درمیان ایسی پل سازی کا آغاز کرے جس کی منزل ایک متحد سیاسی ریاست نہیں بلکہ ایک باہمی تعاون پر مبنی، پرامن، باوقار اور مؤثر امت ہو۔ مکہ نے ہمیں میثاق کا تصور دیا تھا؛ اب اسلام آباد کو اسے میثاق امت کی طرف لے جانے کی سفارتی تدبیر سوچنی ہے۔ یہی پاکستان کا عالمی کردار بھی ہو سکتا ہے اور شاید اس کے قیام کے تاریخی وعدے کی ایک نئی تعبیر بھی۔

ان شاء اللہ!

بیوہ خواتین اور معاشرتی ذمہ داریاں

مولانا محمد طارق نعمان

قبل از اسلام بیوہ عورت محرومی کا شکار تھی اسے کوئی عزت حاصل نہ تھی وہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد بقیہ زندگی نہایت تکلیف و مصیبت میں بسر کرتی۔ یہودیوں کے یہاں بیوہ عورت اپنے شوہر کے بھائی کی ملکیت ہو جاتی تھی، وہ جس طرح چاہتا اُسے رکھتا اور جو چاہتا اس کے ساتھ سلوک کرتا۔ کوئی اس کی دادرسی نہیں کر سکتا تھا۔

عیسائی مذہب نے بھی بیوہ عورت کے لیے کوئی مثبت ہدایت نہیں دیں۔ ہندو مذہب میں تو شوہر کی وفات کے بعد بیوہ کو جینے کا حق ہی نہیں تھا اور وہ شوہر کی چِتا میں زندہ جل کر ستی کی رسم پورا کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتی تھی وہ اگر زندہ بھی رہتی تو پوری زندگی اپنے شوہر کے سوگ میں گزارتی۔ اسے زیب و زینت یا دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کا کوئی حق نہ تھا۔ عربوں میں بھی بیوہ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ شوہر کی وفات کے بعد بیوہ شوہر کے وارثوں کی ملکیت میں آ جاتی اور وہ جیسا سلوک چاہتے اس کے ساتھ کرتے۔ اس سے مہر معاف کراتے۔ طرح طرح سے ستاتے۔ اسے اپنی مرضی سے دوسری شادی نہیں کرنے دیتے۔

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے تو بیوہ کے برے دن اچھے دنوں میں بدل گئے۔ آپؐ نے نہ صرف بیوہ عورت کو معاشرے میں باعزت مقام دلایا۔ اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی بلکہ اپنے عمل سے بیوہ کو وہ شان و عظمت عطا کی جس کا تصور بھی عربوں میں نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں بیوہ سے نکاح کیا۔ خوبصورت سے خوبصورت عورت آپ ﷺ کے پیغام نکاح کو قبول کر سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے چالیس سالہ ادھیڑ عمر کی بیوہ سے شادی کر کے جاہلانہ رسموں کے خلاف عملی قدم اٹھایا حالانکہ اس عمر میں ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کم سن عورت سے شادی کرے۔

اور پھر آپ ﷺ پچیس سال تک اس طرح ان کے ساتھ شریک حیات رہے کہ اس دوران آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ اور حضرت خدیجہ ؓ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے جن دس عورتوں: حضرت عائشہ بنت ابی بکر، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت حفصہ بنت عمر، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ بنت الحارث، حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان، حضرت صفیہ بنت حیی، اور حضرت میمونہ بنت حارث ؓ سے نکاح کیا وہ بھی سوائے حضرت عائشہ ؓ کے ساری بیوہ ہی تھیں۔

اسی طرح متعدد صحابہ کرام ؓ نے بھی اپنے زمانے کی مختلف بیوہ عورتوں کی فریاد رسی کی اور ان کے شریک حیات بن کر خود ان کو سہارا دیا۔ چنانچہ حضرت اسما بنت عمیس ؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے شوہر حضرت جعفر طیار ؓ جب غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اُن سے شادی کی۔ اسی طرح حضرت عاتکہ ؓ کے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکر ؓ جب شہید ہوئے تو حضرت عمر فاروق ؓ نے اُن سے شادی کی۔

حضور اقدس ﷺ اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کرام ؓ نے اپنی زیر کفالت تمام بیوہ عورتوں کے نان نفقہ کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور سوسائٹی و معاشرے میں دوبارہ ان کو عزت و آبرو کے ساتھ داخلے کا موقع دیا اور ان کو سماج و معاشرہ میں اس مہر و عنایت سے مشرف فرمایا جس کے سائے سے وہ محروم ہو گئی تھیں۔

کسی عورت کے لیے اس سے زیادہ آزمائش اور مصیبت کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس کا شوہر اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے۔ شوہر کی وفات سے بیوی کو صرف جذباتی صدمہ ہی نہیں پہنچتا بلکہ اس کے سامنے مسائل کا ایک ہجوم منڈلانے لگتا ہے۔ کل تک جو شخص اس کی اور اس کے بچوں کی تمام ضروریات پوری کرتا تھا، اس کے دکھ درد میں شریک ہوتا تھا، ہر آڑے وقت میں اس کا سہارا بنتا تھا، اس کی عزت و عفت کی حفاظت کرتا تھا، جس کے دیکھتے ہی اس کا دل خوشیوں سے بھر جاتا تھا، جو گھر کی رونق تھا، جو تمام اخراجات اور حادثات کے وقت اس کا تنہا سہارا تھا، اس کے انتقال سے عورت پر جو گزرتی ہے اس کا اندازہ صرف بیوہ ہی لگا سکتی ہے۔

اس مظلوم اور مصیبت زدہ عورت کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کیجئے۔ ایک یتیم بچہ جس طرح اپنے باپ کی وفات سے بے سہارا ہو جاتا ہے، اسی طرح بیوہ اپنے شوہر کی وفات سے بے سہارا ہو جاتی ہے۔ دونوں کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں یکسانیت ہے۔ چنانچہ اسلام نے یتیم کی کفالت کرنے پر جس طرح جنت کی خوشخبری سنائی اور آنحضور ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ میں اور وہ ان دونوں انگلیوں کی طرح جنت میں ہوں گے۔ اسی طرح بیوہ عورت کے مسائل حل کرنے والے کے سلسلے میں بھی ارشاد فرمایا کہ وہ اور میں جنت میں دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: بیوہ اور غریب کی خاطر دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو راہ خدا میں جہاد کرتا ہے اور اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز پڑھتا ہے۔ (بخاری، مسلم، موطا امام مالک)

بیوہ کے حقوق

بیوہ کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کے شوہر کے ترکہ میں سے اسے مقررہ حق دلایا جائے۔ اگر شوہر نے اولاد چھوڑی ہو تو بیوہ کو ترکہ کا آٹھواں حصہ دلایا جائے اور اگر اولاد نہ چھوڑی ہو تو کل ترکہ کا چوتھائی حصہ دلایا جائے۔ ترکہ کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تقسیم کیا جائے ورنہ تمام مال حرام ہو جاتا ہے۔ لڑکی، بیوی، ماں، بہن سب کے حصے پورے پورے دیئے جائیں۔ اگر شوہر نے مرنے سے پہلے مہر ادا نہیں کیا ہے تو سب سے پہلے ترکہ میں سے بیوہ کو اس کا مہر دلایا جائے۔ اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی کے لیے کوئی وصیت کر گیا ہے تو ترکہ کے ایک تہائی مال تک اس کی وصیت کو پورا کیا جائے۔

بیوہ کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کی کفالت کا فوراً نظم کیا جائے۔ اگر اسلامی حکومت ہے تو اس کے اخراجات اور کفالت کی ذمہ دار ہے۔ اگر اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو مسلم معاشرہ اس کے ساتھ حد درجہ ہمدردی کرے۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھے۔ جب تک وہ دوسرا نکاح نہیں کر لیتی۔ اس وقت تک مسلم معاشرہ بہتر انداز سے اس کی کفالت کرے۔

حضرت زید بن اسلمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ بازار کی طرف گیا۔ وہاں ایک عورت ملی اور حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر بولی: اے امیر المومنین! میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، وہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے۔ اللہ کی قسم ان کے پاس بکری کا ایک پایہ بھی نہیں ہے، جسے وہ پکا سکیں۔ نہ ان کے پاس کھیتی ہے نہ دودھ دینے والا جانور۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں قحط انہیں ہلاک نہ کر دے۔ میں خفاف بن ایماؓ کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس ٹھہر گئے اور آگے نہ بڑھے اور فرمایا: تیرا نسب تو میرے نسب سے ملتا جلتا ہے۔ پھر آپؓ ایک طاقتور اونٹ کی طرف آئے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اس پر دو بوریاں رکھیں اور انہیں اناج سے بھر دیا۔ ان کے درمیان نقدی اور کپڑے رکھ دیئے پھر اس کی رسی عورت کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا: اسے لے جاؤ! یہ ختم ہونے سے پہلے اللہ تمہیں اس سے بہتر عطا کر دے گا۔ ایک آدمی نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ اے امیر المومنین! آپؓ نے اس عورت کو بہت دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''تیری ماں تجھے کھوئے اللہ کی قسم! میں نے اس کے باپ اور بھائی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا یہاں تک کہ اسے فتح کر لیا۔'' (بخاری)

بیوہ کا تیسرا حق یہ ہے کہ عدت پوری ہو جانے کے بعد اسے سوگ اور ماتم سے نجات دلائی جائے۔ اس کے رنج و غم کو بھلانے کے لیے بہتر سے بہتر طور طریقے اختیار کئے جائیں۔ جائز حدود میں اسے زیب و زینت اور آرائش و سنگھار کرنے کا حق دیا جائے۔

بیوہ کا چوتھا حق یہ ہے کہ عدت پوری ہو جانے کے بعد اس کے نکاح ثانی کا انتظام کیا جائے۔ آج کل ہمارے معاشرہ میں بیوہ سے نکاح کرنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی ایک اہم سنت ہے جس کی طرف مسلمانوں کو فوری توجہ کرنی چاہیے۔ دورِ اول میں اسلامی معاشرہ میں بیواؤں سے شادی کرنے کو بڑے اجر کا کام سمجھا جاتا تھا اور اس سے مسلم معاشرہ بہت سے مسائل سے دوچار ہونے سے بچ جاتا تھا۔ کسی بیوہ سے نکاح کر کے اس کی اور اس کے بچوں کی کفالت کرنا عظیم نیکی ہے جس کے حصول پر ہر مسلمان کو سعادت محسوس کرنا چاہیے۔ خود کسی بیوہ سے نکاح کر کے اس نیکی و سعادت کو حاصل کیجئے، یا اس کا نکاح کسی مناسب شخص سے کرا کے حکم خداوندی کی تعمیل کیجئے، یا اس سلسلے میں جو بھی خدمت انجام دے سکتے ہوں اسے ضرور انجام دیجئے۔ قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے:

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (النور: 32) ''اور نکاح کر دیا کرو بیواؤں کا اپنے میں سے''

وانکحوا الایامیٰ منکم (النور: 23) اپنی بیوہ عورتوں اور رنڈوے مردوں کے نکاح کر دو۔

بیوہ کا پانچواں حق یہ ہے کہ وہ اپنا نکاح کرنے کا پورا اختیار رکھتی ہے۔ اس کے میکے یا سسرال کے لوگ اُسے نکاح کرنے یا نہ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ ہاں اسے مشورہ ضرور دے سکتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں پوری طرح آزاد ہے کہ کس سے نکاح کرے اور کس سے نکاح نہ کرے۔ جن علماء کے نزدیک کنواری لڑکی کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے ان کے نزدیک بھی بیوہ کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔ بیوہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے نکاح کے سلسلے میں مکمل خود مختار ہے۔

اگر بیوہ عورت ننھے منے بچے رکھتی ہے اور وہ ان کی پرورش کی خاطر کوئی دوسرا نکاح نہیں کرتی اور یہ سمجھتی ہے کہ دوسرا نکاح کرنے سے ان بچوں کی پرورش متاثر ہو گی اور وہ ان بچوں کی پرورش کے لیے محنت کرتی ہے تو یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسی بیوہ کی عظمت ایک واقعہ کی صورت میں یوں بیان فرمائی: قیامت کے دن میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا تو دیکھوں گا کہ ایک عورت مجھ سے پہلے جنت میں جانا چاہتی ہے۔ میں پوچھوں گا تو کون ہے؟ تو وہ کہے گی کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں جس کے چند ننھے یتیم بچے تھے۔ (مسند ابو یعلی بحوالہ سیرت النبی ﷺ، سید سلیمان ندوی)

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میں اور وہ عورت جو اپنے بچوں کے لیے محنت و مشقت کی وجہ سے کالی پڑ جائے، جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے، وہ حسن و جمال اور عزت و جاہ والی عورت جو شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ ہو جائے لیکن اپنے ننھے منے یتیم بچوں کی خاطر اپنے کو روکے رکھے یہاں تک کہ وہ اس سے الگ ہو جائیں یا وفات پا جائیں۔ (ابوداؤد شریف)

قارئین کرام! ہمیں چاہیے کہ ہم ان حقوق کی پاسداری کریں، بیوہ اور یتیم بچوں کی دادرسی کو اپنا فریضہ سمجھیں، اللہ پاک امت مسلمہ کو قرآن و سنت کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(17 تا 23 ستمبر 2026ء)

جمعرات 17 ستمبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ دوپہر میں ایک رفیق تنظیم سے ملاقات ہوئی۔ شعبہ مالیات کے اجلاس کی صدارت کی۔ سہ پہر میں شعبہ نظامت کے اجلاس کی صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 18 ستمبر: دن میں ''Superior University'' میں

"Rising Above the Noise Rediscovering Real Purpose", Excellence and Responsibility,

کے موضوع پر خطاب کیا اور طلبہ کے سوالات کے جوابات دیئے۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ارشاد فرمایا۔ سہ پہر میں شعبہ سمع و بصر اور سوشل میڈیا کے اجلاس کی صدارت کی اور بعد ازاں پروگرام ''امیر سے ملاقات'' کی ریکارڈنگ کرائی۔ نمازِ عشاء سے قبل شعبہ زکوٰۃ و انگریزی کے اجلاس کی صدارت کی۔

ہفتہ 19 ستمبر: دن میں توسیعی عاملہ، سہ پہر میں ''دین حق ٹرسٹ'' اور شام میں مرکزی شوریٰ کے اجلاسوں کی صدرت کی۔

اتوار 20 ستمبر: دن، سہ پہر اور شام میں مرکزی شوریٰ کے اجلاس کی صدرت کی۔

پیر 21 ستمبر: دن میں توسیعی عاملہ اور بعد ازاں مرکزی تربیتی کمیٹی کے اجلاسوں کی صدارت کی۔ شام میں کراچی روانگی ہوئی۔

بدھ 23 ستمبر: بعد نماز ظہر مسجد جامع القران، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس کراچی میں دیرینہ و بزرگ ساتھی جناب شاہد حسن صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز دیگر تنظیمی امور انجام دیے۔ منتقہ قرآنی نصاب کے حوالے سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت اور عیادت کے حوالے سے رابطہ رہا۔

توکل کی حقیقت

حسیب آصف شیخ (مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

رات کی تاریکی گاؤں پر سائے کی طرح پھیل چکی تھی اور بستی کے واحد پرانے کنویں کے پاس جلتا ہوا چراغ تیز ہوا کے تھپیڑوں سے بجھنے کے قریب تھا۔ ہاشم نے اپنے وزنی اوزاروں کا تھیلا زمین پر رکھا اور کنویں کی گہرائی میں جھانک کر دیکھا جہاں صرف گہرا اندھیرا اور ایک پراسرار خاموشی تھی۔ پچھلے تین مہینوں سے گاؤں کے تمام کنویں خشک ہو چکے تھے، فصلیں سوکھ رہی تھیں اور لوگ ہجرت کرنے پر مجبور تھے، لیکن صرف یہی ایک کنواں تھا جس کی تہہ سے رات کے آخری پہر پانی کی مدہم آواز سنائی دیتی تھی۔ ہاشم اس گاؤں کا سب سے ماہر اور محنتی انجینئر تھا جو دن رات اس پانی کو اوپر لانے کی تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔ اس کا ماننا تھا کہ پانی کسی بندش یا چٹان کی وجہ سے رکا ہوا ہے اور اگر جدید ٹیکنالوجی اور صحیح تدبیر استعمال کی جائے تو پورا گاؤں دوبارہ شاداب ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف گاؤں کا بااثر اور بوڑھا رہنما زمان تھا جو لوگوں کو کام کرنے سے روکتا تھا۔ زمان کا دعویٰ تھا کہ یہ خشک سالی غیب کی طرف سے ایک امتحان ہے اور انسان کو خود کچھ کرنے کے بجائے بس ہاتھ پر ہاتھ دھرے معجزے کا انتظار کرنا چاہیے۔ وہ لوگوں کو ہاشم کی کوششوں سے ڈراتا اور کہتا کہ اگر انسان نے اپنی عقل اور تدبیر سے اس معاملے میں دخل دیا تو غیب کا قہر نازل ہوگا۔ لوگ زمان کی باتوں سے خوفزدہ تھے اور اسی خوف نے انہیں مکمل طور پر مفلوج کر دیا تھا۔

ہاشم نے اس رات تنہا کنویں کے اندر اترنے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اگلی صبح تک پانی کا انتظام نہ ہوا تو گاؤں کے آخری دس خاندان بھی بستی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اُس نے لوہے کی مضبوط رسی کو ایک پرانے درخت سے باندھا اور نیچے اترنا شروع کیا۔ جیسے جیسے وہ نیچے جا رہا تھا، ہوا نایاب ہوتی جا رہی تھی اور دیواروں کی نمی بڑھ رہی تھی۔ تقریباً سو فٹ کی گہرائی میں پہنچ کر اس کے پاؤں ایک سخت اور ہموار سطح پر لگے۔ اُس نے اپنی ٹارچ جلا کر دیکھا تو حیران رہ گیا؛ وہاں کوئی خشک مٹی نہیں تھی بلکہ ایک بہت بڑی اور قدیم لوہے کی پلیٹ تھی جس نے نیچے سے آنے والے پانی کا راستہ مکمل طور پر روک رکھا تھا۔ اس پلیٹ پر ایک زنگ آلود اور بھاری بھرکم تالا لگا ہوا تھا اور اس تالے پر کوئی عجیب و غریب تحریر کندہ تھی۔ ہاشم کو فوراً اندازہ ہو گیا کہ یہ خشک سالی فطری نہیں تھی بلکہ کسی نے جان بوجھ کر اس پانی کے راستے کو بند کیا تھا تاکہ پوری بستی کو پیاسا مارا جا سکے۔ اُس نے اپنے تھیلے سے چھینی اور ہتھوڑا نکالا اور اس تالے کو توڑنے کی کوشش کی، لیکن دھات اتنی سخت تھی کہ اوزاروں کے ٹکرانے سے صرف چنگاریاں نکلتی تھیں اور تالے پر ایک خراش بھی نہیں آتی تھی۔

اسی اثنا میں اوپر سے ایک وزنی پتھر نیچے آ گرا جو ہاشم کے بالکل قریب سے گزرتا ہوا چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ ہاشم نے چونک کر اوپر دیکھا تو اُسے کنویں کے دہانے پر ایک پراسرار سایا نظر آیا۔ وہ سایا کسی اور کا نہیں بلکہ زمان کا تھا جو ہاتھ میں لکڑی کی ایک بھاری لاٹھی لیے نیچے جھانک رہا تھا۔ زمان نے نیچے کی طرف چلاتے ہوئے کہا کہ ہاشم کو فوراً باہر آ جانا چاہیے کیونکہ وہ اللہ کے نظام میں مداخلت کر رہا ہے اور اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ لیکن ہاشم نے نیچے گئی اس جھیل کی آواز سن لی تھی جو اس لوہے کی پلیٹ کے بالکل نیچے قید تھی۔ اس نے زمان کی باتوں پر دھیان دینے کے بجائے اس تالے کی ساخت کا باریک بینی سے جائزہ لینا شروع کیا۔ اس نے دیکھا کہ تالے کے سائیڈ پر ایک چھوٹا سا ردوٹیٹنگ مکینزم بنا ہوا تھا جس پر کچھ اعداد لکھے تھے۔ یہ کوئی عام تالا نہیں تھا بلکہ ایک پیچیدہ ہندوستانی ساختہ تالا تھا جو صرف ایک مخصوص کوڈ یا چابی سے کھل سکتا تھا۔ ہاشم کو اب سمجھ آنے لگا تھا کہ زمان کیوں لوگوں کو اس کنویں کے قریب آنے سے روکتا تھا اور کیوں وہ ہر وقت توکل کے غلط مفہوم کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو محنت اور تحقیق سے دور رکھتا تھا۔

زمان نے اوپر سے رسی کو کاٹنا شروع کر دیا تاکہ ہاشم ہمیشہ کے لیے اس اندھیرے کنویں میں دفن ہو جائے اور اس کا راز کبھی باہر نہ آ سکے۔ ہاشم نے رسی کو تیزی سے ملتے اور اوپر سے ریشے ٹوٹتے ہوئے دیکھے تو اس کے پاس وقت بہت کم رہ گیا تھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا لیکن اس نے اپنے حواس قائم رکھے۔ اس نے سوچا کہ اگر اس نے ہمت ہار دی یا صرف غیبی مدد کا انتظار کرتا رہا تو نہ صرف وہ خود مارا جائے گا بلکہ پورا گاؤں بھی پیاس سے ختم ہو جائے گا۔ توکل کا اصل مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ہاتھ باندھ کر بیٹھ جاتا، بلکہ یہ تھا کہ وہ اپنی پوری عقل اور طاقت لگا کر اس تالے کو کھولنے کی آخری کوشش کرے اور پھر نتیجے کو اللہ پر چھوڑ دے۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ سے مدد کی دعا کی اور اپنے دائیں ہاتھ کی چھینی کو تالے کے میکانزم کے باریک پن میں پھنسایا اور اپنی پوری طاقت سے اسے ایک مخصوص زاویے پر گھمایا۔ اس نے اپنی زندگی میں پڑھے ہوئے مکینیکل قوانین کو یاد کیا اور اندرونی نٹ بولٹ کی ترتیب کو ذہن میں لاتے ہوئے ایک کے بعد ایک ہندسے کو سیٹ کرنا شروع کیا۔

رسی کا آخری دھاگا ٹوٹنے ہی والا تھا کہ ایک زوردار کلک کی آواز آئی اور وہ بھاری تالا کھل کر نیچے گر گیا۔ ہاشم نے بغیر ایک سیکنڈ ضائع کیے اس لوہے کی پلیٹ کو اٹھانے کے لیے اپنا تمام تر زور لگا دیا۔ جیسے ہی وہ وزنی پلیٹ سائیڈ پر ہوئی، نیچے قید پانی کا شدید دباؤ ایک فوارے کی صورت میں اوپر کی طرف لپکا۔ پانی کا بہاؤ اتنا تیز اور شدید تھا کہ اس نے ہاشم کو دھکیل کر اوپر کی طرف پھینک دیا۔ اسی لمحے اوپر سے کٹی ہوئی رسی نیچے آ گری لیکن پانی کے اتنے بڑے سیلاب کی وجہ سے ہاشم کنویں کی سطح کے ساتھ ساتھ تیزی سے اوپر آنے لگا۔

گاؤں کے لوگ جو رات کے اس پہر شور اور پانی کی گرج سن کر جمع ہو چکے تھے، انہوں نے دیکھا کہ کنویں سے شفا بخش اور شفاف پانی کا ایک عظیم فوارہ باہر نکل رہا ہے اور اس پانی کے ساتھ ہاشم بھی صحیح سلامت باہر آ گیا ہے۔ سب نے مل کر سبحان اللہ کہا۔ زمان جو ہاتھ میں کٹی ہوئی رسی اور چھری لیے کنویں کے پاس کھڑا تھا، اس کا سارا جھوٹ اور فریب بستی والوں کے سامنے بے نقاب ہو گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ کس طرح ہاشم کی تدبیر، عقل، محنت اور سچے توکل نے ان کی نسلوں کو پیاس سے بچا لیا تھا، جبکہ زمان کا نام نہاد توکل صرف ایک دھوکہ تھا جو انہیں تباہی کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس رات پورے گاؤں نے سیکھا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا توکل نہیں بلکہ کاہلی ہے، اور حقیقی توکل اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے بعد اللہ کے کرم پر یقین رکھتا ہے۔ ❁❁❁

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتحال کیا ہے؟ (نگرانی پروگرام آف فلسطین)

- غزہ میں اسرائیلی محاصرے، طبی و آپریشنل سامان کی ترسیل پر پابندیوں اور ایندھن کی شدید قلت کے باعث صحت کا نظام مکمل بندش کے قریب پہنچ چکا ہے۔ غزہ کے 38 میں سے 26 ہسپتال جنگ کے آغاز سے براہِ راست تباہی کے نتیجے میں خدمات سے باہر ہو چکے ہیں، جبکہ ادویات کی کمی تقریباً 50 فیصد اور طبی اشیا کی قلت 58 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ 34 میں سے صرف 12 آکسیجن پلانٹس کام کر رہے ہیں، جبکہ ایندھن، اسپیئر پارٹس اور عملے کی نقل و حرکت میں رکاوٹ کے باعث مزید طبی اداروں کے کام متاثر ہو رہے ہیں۔ اکتوبر 2023ء سے بجلی کی فراہمی منقطع ہونے کے باعث غزہ میں ہسپتال جنریٹرز پر انحصار کر رہے ہیں، جن کے لیے ایندھن اور ضروری پرزہ جات کی شدید قلت ہے۔ خان یونس گورنری میں قائم کویت اسپیشلائزڈ فیلڈ ہسپتال نے ایندھن کی فراہمی رکنے کے بعد 20 ستمبر سے اپنی طبی خدمات انتہائی محدود کر دی ہیں۔ ہسپتال کے مطابق اُسے روزانہ تقریباً ایک ہزار لیٹر ایندھن درکار ہوتا ہے اور ایندھن کی قلت کے باعث جراحی، معمول کی زچگی، آؤٹ پیشنٹ کلینکس، تشخیصی خدمات، ایمبولینس اور مریضوں کی منتقلی سمیت متعدد سہولتیں بند ہو چکی ہیں اور ہسپتال اب صرف انتہائی ہنگامی اور زندگی بچانے والے کیسز کو ہی دیکھ رہا ہے۔ ہسپتال انتظامیہ کے مطابق اس کے گرد و نواح میں تقریباً سات لاکھ بے گھر افراد موجود ہیں اور روزانہ تین ہزار سے زائد مریض اس سے استفادہ کرتے ہیں۔
- نابلس سے تعلق رکھنے والی 35 سالہ فلسطینی قیدی داناجودہ نے اسرائیلی جیل دیمون میں انتہائی نامناسب حالات میں ایک بچی کو جنم دیا۔ فلسطینی قیدیوں کے کمیشن کے مطابق ماں اور بچی دونوں کو ہسپتال منتقل کیا گیا ہے اور ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد ان کی رہائی کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ دوسری جانب فلسطینی اسیران کے اداروں نے صحافی بشریٰ الطویل کی مسلسل تنہائی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے بتایا ہے کہ انہیں تقریباً ایک ماہ سے مختلف حراستی مراکز کے تنہائی خانوں میں رکھا گیا ہے اور خاندان کو ان کی صحت اور مقام کے بارے میں معلومات کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے۔ اس وقت اسرائیلی جیلوں میں 37 فلسطینی صحافی زیرِ حراست ہیں، جن میں سے 19 کو کسی الزام یا مقدمے کے بغیر انتظامی حراست میں رکھا گیا ہے۔
- بیلجیئم میں مقیم فلسطینیوں نے مطالبہ کیا ہے کہ قومی کونسل کی تشکیل آزاد، جمہوری اور شفاف انتخابات کے ذریعے کی جائے تاکہ دنیا کے مختلف خطوں میں مقیم فلسطینی براہِ راست اپنے نمائندے منتخب کر سکیں۔
- کتائب القسام نے اعلان کیا ہے کہ رفح بریگیڈ کے کمانڈر نائل عطیہ محمد ابوعبید، المعروف ابوعطیہ، 15 ستمبر کو خان یونس کے علاقے المواصی میں اسرائیلی فضائی حملے میں شہید ہو گئے۔ وہ 1993ء میں کتائب القسام سے وابستہ ہوئے اور طویل عرصے تک مختلف عسکری ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔
- جنوبی لبنان کے الرشیدیہ کیمپ میں جلیل ڈویلپمنٹ ایسوسی ایشن نے صبرا و شاتیلا قتلِ عام کی 44 ویں برسی کے موقع پر تقریب منعقد کی جس کا مقصد فلسطینی تاریخی یادداشت کو نئی نسل تک منتقل کرنا اور نوجوانوں میں رضاکارانہ و سماجی کاموں کو فروغ دینا تھا۔

مسلم دنیا سے متعلق و دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **ایران: نئی امریکی پابندیاں اور معاشی بحران:** ایرانی پاسدارانِ انقلاب کے ترجمان جنرل حسین محبی نے خبردار کیا ہے کہ امریکہ نے دوبارہ حملہ کیا تو ایران اپنی جنگی حکمتِ عملی تبدیل کرتے ہوئے نئے ہتھیار استعمال کرے گا اور ایسے اہداف کو نشانہ بنائے گا جو گزشتہ حملوں میں محفوظ رہے تھے۔ ادھر امریکہ نے ایرانی صدر مسعود پزشکیان کے ساتھ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں جانے والی میڈیا ٹیم کو ویزے دینے سے انکار کر دیا، تاہم ایرانی صدر، وزیرِ خارجہ عباس عراقچی اور ضروری عملے پر مشتمل بنیادی وفد کو نیویارک آنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جنگ اور امریکی پابندیوں کے باعث ایران میں تقریباً 800 ادویات کی قلت سنگین ہو گئی ہے جبکہ 40 سے زائد دوا ساز کمپنیوں، سپلائرز اور تقسیم کار ادارے حالیہ حملوں میں متاثر ہوئے ہیں۔ ایران نے سویڈن کی جانب سے ایک ایرانی سفارت خانے کے اہلکار کو ملک بدر کیے جانے کے جواب میں سویڈن کے ایک سفارت کار کو 48 گھنٹوں میں ملک چھوڑنے کا حکم دیا اور سویڈن کے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔
- **امریکہ: ایرانی وفد سے ملاقات:** امریکی اہلکار کے مطابق صدر ٹرمپ کے خصوصی مندوب اسٹیو وٹکوف اور داماد جیرڈ کشنر نے ایرانی وزیرِ خارجہ عباس عراقچی سے ملاقات کی۔ صدر ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ملاقات اچھی رہی، یہ ایرانیوں کے مفاد میں ہے کہ ڈیل کر لیں، مستقبل قریب میں ایک اور ملاقات بھی طے کی گئی ہے۔ امریکا نے سعودی عرب کو 48 ایف 35 جنگی طیاروں کی ممکنہ فروخت کی منظوری دے دی ہے۔ ادھر وفاقی عدالت نے اگست 2021ء کے کابل ایئرپورٹ بم دھماکے کے مقدمے میں افغان شہری محمد شریف اللہ کو "دہشت گرد تنظیم" کی معاونت کے جرم میں 20 سال قید کی سزا سنا دی۔ واضح رہے کہ دھماکے میں 13 امریکی فوجیوں سمیت 150 سے زائد افغان شہری جاں بحق ہوئے تھے۔
- **افغانستان: پاکستان سے بہتر تعلقات کے خواہاں ہیں:** افغان طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا ہے کہ افغانستان پاکستان کے ساتھ اچھے تعلقات چاہتا ہے اور دونوں ممالک کے درمیان مسائل کے حل کے لیے بات چیت اور تعاون جاری رکھنا چاہتا ہے۔
- **مقبوضہ بیت المقدس: یوم کپور پر دیوارِ گریہ پر اجتماع:** یہودیوں کے مقدس دن یوم کپور پر مقبوضہ بیت المقدس میں دیوارِ گریہ پر ہزاروں یہودی جمع ہوئے جبکہ متعدد صیہونی مسجد اقصیٰ کے احاطے میں بھی داخل ہوئے۔ یوم کپور کے موقع پر مقبوضہ فلسطین میں معمولاتِ زندگی تقریباً معطل رہے۔
- **بھارت: ریاستی حیثیت کی بحالی کے موضوع پر مقبوضہ کشمیر اسمبلی میں ہنگامہ:** مقبوضہ جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی میں ریاستی حیثیت کی بحالی کے معاملے پر حکمران نیشنل کانفرنس اور اپوزیشن بھارتیہ جنتا پارٹی کے ارکان کے درمیان شدید ہنگامہ آرائی اور نعرے بازی کے باعث اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ دوسری جانب جموں و کشمیر انتظامیہ نے اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں اعتراف کیا ہے کہ 38 سرکاری محکموں میں 38872 آسامیاں خالی ہیں۔ سابق وزیرِ اعلیٰ محبوبہ مفتی کے مطابق مقبوضہ کشمیر میں بے روزگاری کی شرح 38 فیصد سے تجاوز کر چکی ہے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
KLINIT
1kg
Multi Action Power Magic
Detergent Powder
DELIVERY ALL OVER PAKISTAN
میرا بااعتماد انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
TWO IN ONE ACTION
Whiff
1kg
Detergent Powder
Cleans + Disinfects
Let your Clothes Smile!
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.37

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore